9

مسئلہ خلافت اور انگریزی ترجمۂ قرآن کے متعلق اہم سوالات

(فرمودہ 12 اپریل 1940ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"میں نے ایک گزشتہ خطبہ میں جماعت کے دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ غیر مبائعین جہاں بھی ہوں ان کے ناموں اور پتوں سے مرکز سلسلہ کو اطلاع دی جائے اور خود بھی ہر جگہ ایسے سیکرٹری مقرر کئے جائیں جن کا کام غیر مبائعین میں تبلیغ اور ان کے خیالات کی اصلاح کرنا ہو۔ میری اس تحریک پر بعض جماعتوں نے اس امر کی طرف توجہ کی ہے اور انہوں نے غیر مبائعین کے پتے بھجوانے شروع کر دیئے ہیں لیکن بعض جماعتوں نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی یا ممکن ہے ان کی رپورٹیں میرے سامنے پیش نہ ہوئی ہوں کیونکہ کچھ رپورٹس براہ راست شاید دعوت و تبلیغ کو بھی جارہی ہیں۔ بہر حال یہ کام شروع ہو گیا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ جماعت اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے اس کام کو اس عمدگی کے ساتھ انجام تک پہنچائے گی کہ ہمارے مخالفین کو یہ محسوس ہو جائے گا کہ حق کا مقابلہ کرنا کوئی آسان بات نہیں ہوتی اور جس طرح گزشتہ ایام میں جب کبھی ان لوگوں نے ہماری جماعت کا مقابلہ کیا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں ہی فتح حاصل ہوئی اور ہم ہی ان کے آدمیوں

کو کھینچ کر لائے۔ اسی طرح اب بھی یہ سبق دوبارہ ان کے لئے تازہ ہو جائے گا۔ مجھے افسوس ہے کہ ہماری جماعت کے بعض دوست پرانے لٹریچر کو نہیں پڑھتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض باتوں کا جواب اگرچہ بارہا دیا جاچکا ہے مگر وہ اس شبہ میں رہتے ہیں کہ شاید ان باتوں کا جواب ابھی تک ہماری طرف سے نہیں دیا گیا۔ حالانکہ سب باتوں کا جواب پوری تفصیل کے ساتھ ہماری طرف سے دیا جاچکا ہے۔

آج اسی سلسلہ میں مَیں جماعت کے دوستوں کی راہنمائی کے لئے انہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ درحقیقت یہ اختلاف مذہبی بعد میں بنا ہے پہلے یہ صرف دنیوی اختلاف تھا۔ یعنی صدر انجمن احمدیہ کے بعض ممبروں کا خیال تھا کہ حضرت خلیفۃ اول کی خلافت غاصبانہ ہے اور ان کا کوئی حق نہ تھا کہ وہ خلافت کے عہدہ پر متمکن ہوتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح جانشین اور قائمقام صدر انجمن احمدیہ ہے۔

چنانچہ وہ لوگ جو اُس زمانہ کے ہیں اُن کو معلوم ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد جو پہلا جلسہ سالانہ ہوا اس میں متواتر صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں کی تقریروں میں اس بات پر زور دیا جاتا رہا کہ خدا تعالیٰ کے مامور کی مقرر کردہ جانشین اور خلیفہ صدر انجمن احمدیہ ہے اور بار بار اپنے لیکچروں میں اس کا ذکر کیا جاتا۔ غرض 1908ء میں دسمبر کے ایام میں جو جلسہ سالانہ ہوا اور جس کا انتظام مدرسہ احمدیہ کے صحن میں کیا گیا تھا اس وقت کے واقف لوگ جانتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس جلسہ کی تقریروں میں بڑے زور سے اس بات کو دہرایا کہ خدا تعالیٰ کے مامور کی مقرر کردہ جانشین صدر انجمن احمدیہ ہے، خدا تعالیٰ کے مامور کی قائم مقام صدر انجمن احمدیہ ہے، خدا تعالیٰ کے مامور کی خلیفہ صدر انجمن احمدیہ ہے اور اس کی اطاعت تمام جماعت کے لئے ضروری ہے۔ حضرت مولوی صاحب ہمارے پیر ہیں لیکن خلیفہ صدر انجمن احمدیہ ہے جس کے وہ صدر ہیں لیکن ان کی یہ تقریریں اب ان کے لئے فائدہ بخش نہیں ہو سکتی تھیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد سب سے پہلے انہی لوگوں نے حضرت خلیفۃ اول کی خدمت میں درخواست کی تھی کہ آپ خلافت کے بوجھ کو اٹھائیں اور پھر انہی لوگوں نے یہ اعلان کیا جو اُس وقت کے

اخبارات میں بھی شائع ہوا کہ :۔

"مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدق دل سے متفق ہیں کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اتقٰی ہیں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں جیسا کہ آپ کے شعر

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر یک پُر از نورِ یقیں بودے

سے ظاہر ہے کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔" 1

اس اعلان کے بعد وہ جماعت جو صداقت کی شیدا تھی جس نے بڑی بڑی قربانیوں اور اپنے رشتہ داروں کو خدا تعالیٰ کے لئے چھوڑنے کے بعد ایمان کی دولت حاصل کی تھی کب ان لوگوں کی باتوں سے متاثر ہو سکتی تھی؟ چنانچہ جتنا زیادہ یہ لوگ اس بات کو دہراتے کہ خدا تعالیٰ کے مامور کی مقرر کردہ خلیفہ اور جانشین صدر انجمن احمدیہ ہے اتنا ہی زیادہ جماعت میں جوش پیدا ہوتا چلا جاتا کیونکہ وہ حیران تھی کہ پہلے انہی لوگوں نے یہ کہا تھا کہ خلافت کا انتخاب الوصیت کے مطابق ہے اور اب یہی کہہ رہے ہیں کہ اصل جانشین اور خلیفہ صدر انجمن احمدیہ ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کے ہاتھ پہلے ہی کاٹ کر رکھ دیئے تھے۔ ممکن ہے اگر انہوں نے یہ اعلان نہ کیا ہوا ہوتا تو جماعت کو ان کی تقریروں کی وجہ سے ٹھوکر لگ جاتی مگر چونکہ یہ لوگ خود ایک اعلان شائع کر چکے تھے اس لئے اب جو اس کے

خلاف انہوں نے تقریریں کیں تو لوگوں میں جوش پیدا ہؤا اور انہوں نے سمجھ لیا کہ ان کی اصل غرض حضرت خلیفۂ اول کو خلافت سے جواب دینا ہے اور ان کی نیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی تعلیم کو جماعت میں قائم کرنا نہیں بلکہ فتنہ وفساد اور تفرقہ پیدا کرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء جب وفات پاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے بعد نشان کے طور پر خلافت کو قائم کیا کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ جس طرح اس نے نبی کی شخصی زندگی کو الہام سے شروع کیا اسی طرح وہ اس کی قومی زندگی کو بھی الہام سے شروع کرے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی نبی فوت ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ کا مخفی الہام قوم کے دلوں کو اس زندگی کی تفصیلات کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد بھی ان لوگوں کے دل اس قدر مرعوب اور خائف ہو گئے تھے کہ اس وقت یہ یقینی طور پر سمجھتے تھے کہ اب کسی خلیفہ کے بغیر جماعت کا اتحاد اوراس کی ترقی ناممکن ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۂ اول کا انتخاب عمل میں آیا۔ یوں مُنہ سے ان لوگوں کا اپنے آپ کو یا صدر انجمن احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلیفہ اور جانشین کہنا اور بات ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ انجمن کے یہ ممبر جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلیفہ اور جانشین قرار دیتے تھے وہ دل گردہ کہاں سے لاتے جو خداوند تعالیٰ کے خلیفہ کے لئے ضروری ہے۔ منہ سے تو ہر شخص جو جی چاہے دعویٰ کر سکتا ہے خواہ حقیقت اس کے اندر کوئی ہو یا نہ ہو۔

کہتے ہیں کوئی شخص تھا جسے بہادری کا بہت بڑا دعویٰ تھا۔ ایک دفعہ اس نے اپنی بہادری کے نشان کے طور پر اپنے بازو پر شیر گودانا چاہا۔ وہ گودنے والے کے پاس گیا اور کہنے لگا میرے بازو پر شیر گود دو۔ اس نے کہا بہت اچھا اور یہ کہہ کر اس نے سوئی جو ماری تو اسے درد ہؤا اور کہنے لگا یہ کیا کرنے لگے ہو؟ اس نے کہا شیر گودنے لگا ہوں۔ وہ کہنے لگا شیر کا کون سا حصہ؟ اس نے بتایا کہ دایاں کان۔ اس نے کہا اگر دایاں کان نہ ہو تو شیر رہتا ہے یا نہیں؟ وہ کہنے لگا رہتا کیوں نہیں۔ اس نے کہا اچھا تو پھر اس دائیں کان کو چھوڑو اور آگے گود دو۔ اس نے پھر دوسرا کان بنانے کے لئے سوئی ماری تو اسے پھر درد ہؤا اور یہ پھر چلّا کر کہنے لگا اسے چھوڑو اور آگے چلو۔ اس نے اسے بھی چھوڑا۔ اس کے بعد جس عضو کے بنانے کے لئے وہ سوئی مارتا تو یہ شخص چلّا کر

اسے منع کر دیتا۔ آخر گودنے والے نے سوئی رکھ دی اور جب اس نے پوچھا کہ کام کیوں نہیں کرتے تو اس نے جواب دیا کہ میں کان گودنے لگا تو تم نے کہا اس کو چھوڑو۔ سر گودنے لگا تو تم نے کہا اس کو چھوڑو، مُنہ گودنے لگا تو تم نے کہا اس کو چھوڑ دو، پیٹھ گودنے لگا تو تم نے کہا اس کو چھوڑو، ٹانگیں گودنے لگا تو تم نے کہا اس کو چھوڑو۔ جب تمام چیزیں میں نے چھوڑتے ہی چلے جانا ہے تو شیر کا باقی کیا رہ گیا۔

تو مُنہ سے دعویٰ کرنا اور بات ہے اور اللہ تعالیٰ سے طاقت اور قوت کا ملنا بالکل اور بات۔ جو شخص خدا تعالیٰ کا سچا خلیفہ تھا وہ تو دلیر اور بہادر تھا اور ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ قدم قدم پر ان لوگوں کے دل ڈرتے تھے۔ ایک طرف انہیں یہ ڈر تھا کہ جماعت میں ہمارے خلاف کوئی جوش پیدا نہ ہو جائے دوسری طرف یہ ڈر تھا کہ کہیں حضرت خلیفہ اول ان سے ناراض نہ ہو جائیں تیسری طرف وہ اس بات سے بھی ڈرتے تھے کہ کہیں اس کے نتیجہ میں یہ تو نہیں ہوگا کہ نہ ہم اِدھر کے رہیں نہ اُدھر کے اور نہ احمدی رہیں نہ غیر احمدی۔ غرض بات بات پر ان کا دل ڈرتا تھا کیونکہ ان کے دل میں خدا نہیں بول رہا تھا بلکہ نفسانی خواہشات جوش مار رہی تھیں اور نفسانی خواہشات حوصلے بڑھایا نہیں کرتیں بلکہ حوصلوں کو پست کیا کرتی ہیں۔ گویا ان لوگوں کی جرأت اور پھر خلافت کے دعویٰ کی مثال ایسی ہی تھی جیسے بنیا جب کسی سے لڑتا ہے تو پنسیری اٹھا کر کہتا ہے میں یہ مار کر تیرا سر پھوڑ دوں گا مگر یہ کہنے کے ساتھ ہی بجائے اس کے کہ وہ دو قدم آگے بڑھے دو قدم پیچھے کُود کر چلا جاتا ہے جس سے صاف پتہ لگ جاتا ہے کہ جب اس نے یہ کہا کہ مَیں پنسیری مار کر تیرا سر پھوڑ دوں گا تو اس وقت اس کا دل نہیں بول رہا تھا بلکہ صرف زبان بول رہی تھی۔ ورنہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو کوئی یہ کہے کہ میں مار کر تیرا سر پھوڑ دوں گا اور دوسری طرف وہ بجائے آگے بڑھنے کے کُود کر دو قدم پیچھے چلا جائے۔

اسی طرح یہ لوگ بھی ایک طرف تو یہ کہتے تھے کہ ہم خلیفہ ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدر انجمن احمدیہ کو ہی اپنا جانشین قرار دیا ہے اور دوسری طرف ڈرتے تھے کہ خبر نہیں کہیں جماعت ناراض نہ ہو جائے، کہیں حضرت مولوی صاحب ہم پر ناراضگی کا

اظہار نہ کر دیں، کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی کوئی ایسے سامان نہ ہو جائیں جو ہمیں اپنی کوششوں میں ناکام و نامراد کر دیں۔ غرض قدم قدم پر ان لوگوں کو خوف و ہراس نے گھیر رکھا تھا مگر بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد ان لوگوں نے حضرت خلیفۂ اول کی بیعت کی اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے ان لوگوں نے اخباراتِ سلسلہ میں ایک اعلان شائع کرایا جس میں لکھا کہ ہم نے الوصیت کی ہدایات کے مطابق خلافت کا انتخاب کیا ہے۔

حضرت خلیفۂ اول کی بیعت پر ابھی تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ خواجہ کمال الدین صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کے سامنے مجھ سے سوال کیا کہ میاں صاحب خلافت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ میں نے کہا آپ کا اس سوال سے کیا منشاء ہے؟ کہنے لگے یہی کہ خلیفہ کے کیا اختیارات ہیں؟ میں نے کہا خواجہ صاحب وہ دن گئے۔ اب اختیارات کے فیصلہ کا کوئی وقت نہیں۔ اختیارات کے فیصلے کا وقت وہ تھا جب ہم نے حضرت خلیفہ اول کی ابھی بیعت نہیں کی تھی۔ مگر جب ہم نے آپ کی بیعت کر لی تو اب بیعت کرنے کے بعد ہمارا کیا حق بنتا ہے کہ ہم خلیفہ کے اختیارات پر بحث کریں۔ جب خلافت کا انتخاب عمل میں آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ کون شخص حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جانشین بننے کا اہل ہے تو اس کے بعد ہمارا یہی کام ہے کہ ہم آپ کی اطاعت کریں۔ یہ کام نہیں کہ ہم آپ کے اختیارات پر بحث کریں۔ میرے اس جواب پر انہوں نے فوراً اپنی بات کا رخ بدل لیا اور کہا کہ بات تو ٹھیک ہے۔ میں نے تو یونہی علمی طور پر یہ بات دریافت کی تھی۔ اور ترکوں کی خلافت کا حوالہ دے کر کہا کہ چونکہ آجکل لوگوں میں اس کے متعلق بحث شروع ہے اس لئے میں نے بھی آپ سے اس کا ذکر کر دیا یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آپ کی کیا رائے ہے اور اس پر ہماری گفتگو ختم ہو گئی۔ لیکن بہرحال اس سے مجھ پر ان کا عندیہ ظاہر ہو گیا اور میں نے سمجھ لیا کہ ان لوگوں کے دلوں میں حضرت خلیفۂ اول کا کوئی ادب اور احترام نہیں۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح خلافت کے اس طریق کو مٹا دیں جو ہمارے سلسلہ میں جاری ہؤا ہے۔ پس اصل اختلاف یہاں سے شروع ہؤا مگر جب انہوں نے محسوس کیا کہ جماعت نے چونکہ

حضرت خلیفۂ اول کی بیعت کی ہوئی ہے اور اس وجہ سے اسے بیعت سے منحرف کرنا آسان کام نہیں تو انہوں نے دوسرا قدم یہ اٹھایا کہ لوگوں میں یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت خلیفۂ اول تو بڑے بزرگ انسان ہیں ان سے جماعت کو کوئی خطرہ نہیں ہاں اگر کل کو کوئی بچہ خلیفہ ہو گیا تو پھر کیا ہو گا؟ اور اس بچہ سے مراد میں تھا مگر مجھے اس وقت اس بات کا کوئی علم نہیں تھا۔

جماعت میں جب یہ اختلاف پیدا ہو گیا کہ کچھ لوگ تو یہ کہنے لگے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقرر کردہ جانشین انجمن ہے اور کچھ اس پر اعتراض کرنے لگے تو میر محمد اسحاق صاحب نے حضرت خلیفہ اول کی خدمت میں بعض سوالات لکھ کر پیش کئے جن میں خلافت کے مسئلہ پر روشنی ڈالنے کی درخواست کی گئی تھی مگر مجھے ان سوالات کا کوئی علم نہیں تھا۔ اسی دوران میں مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا مکان ہے اور اس کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ تو مکمل ہے اور دوسرا نامکمل ہے۔ نامکمل حصے پر چھت پڑ رہی ہے، بالے رکھے ہوئے ہیں مگر ابھی اینٹیں یا تختیاں رکھ کر مٹی ڈالنی باقی ہے۔ رؤیا میں مَیں نے دیکھا کہ چھت کے ننگے حصہ پر ہم چار پانچ آدمی کھڑے ہیں اور عمارت دیکھ رہے ہیں انہیں میں ایک میر محمد اسحاق صاحب بھی ہیں اور وہ بھی ہمارے ساتھ مل کر عمارت دیکھ رہے ہیں کہ وہاں کڑیوں پر ہمیں کچھ بھوسہ پڑا ہوا دکھائی دیا۔ میر محمد اسحاق صاحب کے ہاتھ میں ایک دیاسلائی کی ڈبیہ تھی۔ انہوں نے اس میں سے ایک دیاسلائی نکال کر کہا میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس بُھس کو جلا دوں۔ میں نے انہیں کہا یہ بھوسہ جلایا تو جائے گا ہی مگر ابھی وقت نہیں آیا۔ آپ اس بھوسے کو مت جلائیں، کڑیاں ابھی ننگی ہیں ایسا نہ ہو کہ بُھس کے ساتھ ہی بعض کڑیوں کو بھی آگ لگ جائے مگر وہ پھر کہتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ مَیں اس بُھس کو جلا دوں۔ میں پھر انہیں روکتا ہوں اور کہتا ہوں ایسا نہ کرنا اس پر وہ پھر کہنے لگے مَیں چاہتا ہوں کہ اس بُھس کو ضرور آگ لگا دوں مگر میں نے پھر انہیں روکا اور یہ سمجھ کر کہ اب میر صاحب اس بُھس کو آگ نہیں لگائیں گے دوسری طرف متوجہ ہو گیا لیکن چند ہی لحظہ کے بعد مجھے کچھ شور سا معلوم ہوا میں مُنہ پھیر کر کیا دیکھتا ہوں کہ میر محمد اسحاق صاحب دیاسلائی کی تیلیاں نکال کر اس کی ڈبیہ سے جلدی جلدی رگڑتے ہیں مگر وہ جلتی نہیں۔ ایک کے بعد دوسری تیلی نکال کر اسے

جلانے کی کوشش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ جلد سے جلد اس پھونس کو آگ لگا دیں۔ مَیں یہ دیکھ کر ان کی طرف دوڑا مگر میرے پہنچنے سے پہلے پہلے انہوں نے بھوسے کو آگ لگادی مَیں یہ دیکھ کر آگ میں کود پڑا اور جلدی سے اسے بجھا دیا مگر اس عرصہ میں چند کڑیوں کے سرے جل گئے۔

مَیں نے جب یہ رؤیا دیکھا تو حیران ہؤا کہ نہ معلوم اس کی کیا تعبیر ہے۔ ان دنوں میں حضرت خلیفہ اول سے بخاری پڑھا کرتا تھا اور مسجد مبارک کو گلی میں سے جو سیڑھیاں چڑھتی ہیں ان کے پاس ہی آپ دروازہ کے پاس مسجد میں بیٹھا کرتے تھے۔ میں نے ایک خط لکھ کر حضرت خلیفہ اول کے سامنے پیش کیا جس میں لکھا کہ رات میں نے یہ عجیب خواب دیکھا ہے جو جماعت کے متعلق معلوم ہوتا ہے مگر ہے منذر۔ مجھے معلوم نہیں اس کی کیا تعبیر ہے؟ حضرت خلیفہ اول نے اس خواب کو پڑھتے ہی میری طرف دیکھ کر فرمایا خواب تو پوری ہو گئی۔ مَیں حیران ہؤا کہ خواب کس طرح پوری ہو گئی۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ کس طرح؟ آپ فرمانے لگے میاں تمہیں معلوم نہیں۔ اور یہ کہہ کر کاغذ کی ایک سلپ پر آپ نے لکھا۔ میر محمد اسحاق نے کچھ سوالات لکھ کر دیئے ہیں۔ وہ سوال میں نے باہر جماعتوں کو بھجوا دیے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس سے خوب آگ لگے گی۔ مجھے اس پر بھی کچھ معلوم نہ ہؤا کہ میر محمد اسحاق صاحب نے کیا سوالات کئے ہیں لیکن مَیں نے ادب کی وجہ سے دوبارہ آپ سے دریافت نہ کیا۔ البتہ بعد میں شیخ یعقوب علی صاحب اور بعض اور دوستوں سے پوچھا تو انہوں نے ان سوالات کا مفہوم بتایا۔ بعد میں جب جماعتوں کی طرف سے ان کے جوابات آگئے اور بعض مَیں نے دیکھے تو اس وقت مجھے معلوم ہؤا کہ وہ سوالات خلافت کے متعلق تھے اور ان میں اس کے مختلف پہلوؤں کی وضاحت کی درخواست کی گئی تھی۔ میر صاحب کے ان سوالات کی وجہ سے جو گویا بُھس میں آگ لگانے کے مترادف تھے جماعت میں ایک شور پیدا ہو گیا اور چاروں طرف سے ان کے جوابات آنے شروع ہو گئے۔ جلسہ سالانہ کے موقع پر انہیں یہ تو معلوم ہی ہو گیا تھا کہ جماعت کو بیعت کرنے کے بعد خلافت سے پھرانا سخت مشکل ہے اس لئے اب انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ جو کچھ وہ کہتے ہیں وہی خیالات (نعوذ باللہ) حضرت خلیفہ

اول کے ہیں اور کہتے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ فتنہ ابھی ظاہر ہو گیا اور سب کو معلوم ہو گیا کہ ایک بچہ کو خلیفہ بنا کر بعض لوگ جماعت کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ایسے بے نفس آدمی کے وقت میں یہ سوال پیدا ہؤا جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ وہ میری ویسی ہی اطاعت کرتا ہے جیسے نبض حرکت قلب کی کرتی ہے۔2 ایسے بے نفس آدمی کے زمانہ میں اس سوال کا پیدا ہو جانا بڑی بابرکت بات ہے۔ ان کے بعد ہوتا تو نہ معلوم کیا فساد کھڑا ہوتا۔ گویا جماعت کو یہ یقین دلایا جانے لگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصل جانشین انجمن ہی ہے اور یہ کہ ان خیالات میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول بھی ان سے متفق ہیں۔ لاہور میں تو خصوصیت سے خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے مکان پر ایک جلسہ کیا جس میں تمام جماعت لاہور کو بلایا گیا اور لوگوں کو سمجھایا گیا کہ سلسلہ پر یہ ایک ایسا نازک وقت ہے کہ اگر دوراندیشی سے کام نہ لیا گیا تو سلسلہ کی تباہی کا خطرہ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصل جانشین انجمن ہی ہے اور اگر یہ بات نہ رہی تو جماعت (نعوذ باللہ) تباہ ہو جائے گی اور سب لوگوں سے اس بات پر دستخط لئے گئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمان کے مطابق انجمن ہی آپ کی جانشین ہے اور لاہور کی جماعت نے انہی تاثرات کی وجہ سے کہ حضرت خلیفہ اول کے بھی یہی خیالات ہیں اس پر دستخط کر دیئے۔ صرف (اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے) حکیم محمد حسین صاحب قریشی مرحوم نے ان کی اس بات کو بالکل ردّ کر دیا اور کہا کہ ہم تمہارے کہنے سے اس پر دستخط نہیں کر سکتے۔ یہ تمہارے خیالات ہیں حضرت خلیفہ اول کے خیالات نہیں اور ہم ایسے محضر نامہ پر دستخط کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ہم جب ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اور وہ ہم سے زیادہ عالم اور زیادہ خشیت اللہ رکھنے والا ہے تو جو کچھ وہ کہے گا وہی ہم کریں گے تمہارے خیالات کی ہم تصدیق نہیں کریں گے۔ چنانچہ ان کی دیکھا دیکھی ایک دو اور دوست بھی رک گئے مگر بہر حال لاہور کی اکثر جماعت نے دستخط کر دیئے۔

آخر حضرت خلیفہ اول نے ایک تاریخ مقرر کی جس میں بیرونی جماعتوں کے نمائندگان کو بھی بلایا اور ہدایت فرمائی کہ اس دن مختلف جماعتوں کے قائمقام قادیان میں جمع ہو جائیں تا سب سے اس کے متعلق مشورہ لے لیا جائے۔ چنانچہ لوگ جمع ہوئے۔ اس دن صبح

کی نماز کے وقت مَیں بیت الفکر کے پاس کے دالان میں نماز کے انتظار میں ٹہل رہا تھا۔ مسجد بھری ہوئی تھی اور حضرت خلیفہ اول کی آمد کا انتظار کیا جارہا تھا کہ میرے کان میں شیخ رحمت اللہ صاحب کی آواز آئی کہ وہ مسجد میں بڑے جوش سے کہہ رہے ہیں ہم کسی بچہ کی بیعت کس طرح کر لیں۔ ایک بچہ کے لئے جماعت میں فتنہ پیدا کیا جارہا ہے اور لوگ چاہتے ہیں کہ اسے خلیفہ بنا کر جماعت کو تباہ کر دیں۔ میں اس وقت ان حالات سے اتنا ناواقف تھا کہ میں ان کا یہ فقرہ سن کر سخت حیران ہؤا اور میں سوچنے لگا کہ یہ بچے کا ذکر کیا شروع ہو گیا ہے اور وہ کون سا بچہ ہے جسے لوگ خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ اس کے متعلق بھی مجھے بعد میں حضرت خلیفہ اول سے ہی معلوم ہؤا کہ بچہ سے ان کی کیا مراد ہے اور وہ اس طرح کہ اس روز صبح کی نماز کے بعد میں بھی بعض باتیں لکھ کر حضرت خلیفہ اول کے پاس لے گیا اور گفتگو کے دوران میں مَیں نے ذکر کیا کہ خبر نہیں آج مسجد میں کیا باتیں ہو رہی تھیں کہ شیخ رحمت اللہ صاحب بلند آواز سے کہہ رہے تھے ایک بچہ کی ہم بیعت کس طرح کر لیں؟ ایک بچہ کی وجہ سے جماعت میں یہ تمام فتنہ ڈالا جارہا ہے نہ معلوم یہ بچہ کون ہے۔ حضرت خلیفہ اول میری اس بات کو سن کر مسکرائے اور فرمانے لگے تمہیں معلوم نہیں وہ بچہ کون ہے؟ وہ تمہیں تو ہو۔

خیر اس کے بعد میٹنگ ہوئی۔ اس میٹنگ کے متعلق بھی مَیں نے ایک رؤیا دیکھا تھا جو حضرت خلیفہ اول کو میں نے سنا دیا تھا اور دراصل یہی رؤیا بیان کرنے کے لئے میں صبح کے وقت حضرت خلیفہ اول کے پاس گیا تھا۔

مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ مسجد میں جلسہ ہو رہا ہے اور حضرت خلیفہ اول تقریر فرما رہے ہیں مگر آپ اس حصۂ مسجد میں کھڑے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بنوایا تھا۔ اس حصۂ مسجد میں کھڑے نہیں ہوئے جو بعد میں جماعت کے چندہ سے بنوایا گیا تھا۔ آپ تقریر مسئلہ خلافت پر فرما رہے ہیں اور میں آپ کے دائیں طرف بیٹھا ہوں۔ آپ کی تقریر کے دوران میں خواب میں ہی مجھے رقت آگئی اور بعد میں کھڑے ہو کر میں نے بھی تقریر کی جس کا خلاصہ قریباً اس رنگ کا تھا کہ آپ پر ان لوگوں نے اعتراض کر کے آپ کو سخت دکھ دیا ہے مگر آپ یقین رکھیں کہ ہم نے آپ کی سچے دل سے بیعت کی ہوئی ہے اور ہم آپ کے ہمیشہ وفادار

رہیں گے۔ پھر خواب میں ہی مجھے انصار کا وہ واقعہ یاد آ گیا جب ان میں سے ایک انصاری نے کھڑے ہو کر کہا تھا کہ یارسول اللہ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے، آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکے گا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہؤا نہ گزرے۔ 3 اسی رنگ میں مَیں بھی کہتا ہوں کہ ہم آپ کے وفادار ہیں اور لوگ خواہ کتنی بھی مخالفت کریں ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دشمن آپ کے پاس اس وقت تک نہیں پہنچ سکے گا جب تک وہ ہم پر حملہ کر کے پہلے ہمیں ہلاک نہ کر لے۔ قریباً اسی قسم کا مضمون تھا جو رؤیا میں مَیں نے اپنی تقریر میں بیان کیا مگر عجیب بات یہ ہے کہ جب حضرت خلیفہ اول تقریر کرنے کے لئے مسجد میں تشریف لائے تو اس وقت میرے ذہن سے یہ رؤیا بالکل نکل گیا اور بجائے دائیں طرف بیٹھنے کے بائیں طرف بیٹھ گیا۔ حضرت خلیفہ اول نے جب مجھے اپنے بائیں طرف بیٹھے دیکھا تو فرمایا میرے دائیں طرف آ بیٹھو۔ پھر خود ہی فرمانے لگے تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہیں دائیں طرف کیوں بٹھایا ہے؟ میں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا تمہیں اپنی خواب یاد نہیں رہی تم نے خود ہی خواب میں اپنے آپ کو میرے دائیں طرف دیکھا تھا۔

اس وقت تک ان لوگوں نے جماعت پر مسلسل یہ اثر ڈالنے کی کوشش کی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس امر کا فیصلہ کیا ہوا ہے کہ میرے بعد انجمن جانشین ہوگی اور یہ کہ حضرت خلیفہ اول بھی اس سے متفق ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض لوگ کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا فضل ہؤا کہ انجمن کی جانشینی کا سوال ایسے بے نفس آدمی کے زمانہ میں اٹھا۔ آج مولوی صاحب فوراً یہ فیصلہ کر دیں گے کہ اصل خلیفہ انجمن ہی ہے۔ بعد میں اٹھتا تو نہ معلوم کیا مشکلات پیش آتیں اور اس قسم کے پروپیگنڈا سے ان کی غرض لوگوں کو یہ بتانا تھی کہ حضرت خلیفہ اول ان کے خیالات سے متفق ہیں۔ بہرحال حضرت خلیفۂ اول تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنے عمل سے مجھے اتنا دکھ دیا ہے کہ میں اس حصۂ مسجد میں بھی کھڑا نہیں ہوا جو تم لوگوں کا بنایا ہؤا ہے بلکہ میں اپنے پیر کی مسجد میں

کھڑا ہؤا ہوں۔

لوگوں نے جب حضرت خلیفہ اول کے جب یہ خیالات معلوم کئے تو گو جماعت کے بہت سے دوست ان کے ہم خیال بن کر آئے ہوئے تھے مگر ان پر اپنی غلطی واضح ہو گئی اور انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ چنانچہ جو لوگ اس جلسہ کے حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں وہ جانتے ہیں کہ وہ مجلس اس وقت ایسی ہی معلوم ہوتی تھی جیسے شیعوں کے مرثیہ کی مجالس ہوتی ہیں۔ اس وقت لوگ اتنے کرب اور اتنے درد سے رو رہے تھے کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ مسجد ماتم کدہ بنی ہوئی ہے اور بعض تو زمین پر لیٹ کر تڑپنے لگ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام صرف نماز پڑھانا یا جنازہ یا نکاح پڑھا دینا اور یا پھر بیعت لے لینا ہے یہ کام تو ایک مُلّا بھی کر سکتا ہے اس کے لئے کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں اور مَیں اس قسم کی بیعت پر تھوکتا بھی نہیں۔ بیعت وہی ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور جس میں خلیفہ کے کسی ایک حکم سے بھی انحراف نہ کیا جائے۔ آپ کی اس تقریر کا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں کے دل صاف ہو گئے اور ان پر واضح ہو گیا کہ خلافت کی کیا اہمیت ہے۔ تقریر کے بعد آپ نے خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کو کہا کہ وہ دوبارہ بیعت کریں۔ اسی طرح آپ نے فرمایا مَیں ان لوگوں کے طریق کو بھی پسند نہیں کرتا جنہوں نے خلافت کے قیام کی تائید میں جلسہ کیا ہے اور فرمایا جب ہم نے لوگوں کو جمع کیا تھا تو ان کا کوئی حق نہ تھا کہ وہ الگ جلسہ کرتے۔ ہم نے ان کو اس کام پر مقرر نہیں کیا تھا پھر جبکہ مجھے خود خدا تعالیٰ نے یہ طاقت دی ہے کہ مَیں اس فتنہ کو مٹا سکوں تو انہوں نے یہ کام خود بخود کیوں کیا۔ چنانچہ شیخ یعقوب علی صاحب سے جو اس جلسہ کے بانی تھے انہیں بھی آپ نے فرمایا کہ آپ دوبارہ بیعت کریں۔ چنانچہ خواجہ کمال الدین صاحب، مولوی محمد علی صاحب اور شیخ یعقوب علی صاحب سے دوبارہ بیعت لی گئی۔ مَیں نے اس وقت یہ سمجھ کر کہ یہ عام بیعت ہے اپنا ہاتھ بھی بیعت کے لئے بڑھا دیا مگر حضرت خلیفہ اول نے میرے ہاتھ کو پرے کر دیا اور فرمایا یہ بات تمہارے متعلق نہیں۔ اس موقع پر دو چار سَو آدمی جمع تھے اور تمام لوگوں نے یہ واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے مگر ان لوگوں کی دیانت اور ایمانداری کا یہ حال ہے کہ خواجہ صاحب نے بعد میں لوگوں سے

بیان کیا کہ ہم سے جو دوبارہ بیعت لی گئی تھی یہ بیعتِ ارشاد تھی جو پیر اس وقت لیتا ہے جب وہ اپنے مرید کے اندر اعلیٰ درجہ کے روحانی کمالات دیکھتا ہے۔ گویا حضرت خلیفۂ اول نے یہ بیعت ان کی روحانی ترقی کی بناء پر خاص طور پر ان سے لی اور یہ بیعت "بیعتِ ارشاد" تھی۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہنا شروع کر دیا کہ ہم سے بیعتِ ارشاد لی گئی مگر جب میاں نے بھی بیعت کرنی چاہی تو ان کو ہٹا دیا۔

یہ بالکل ویسی ہی بات ہے جیسے کہتے ہیں کہ کسی انگریز کا کوئی باورچی تھا جو کھانا بہت خراب پکایا کرتا تھا مگر وہ جہاں کہیں بیٹھتا بڑیں ہانکنی شروع کر دیتا اور کہتا کہ میں اتنا لذیذ کھانا پکاتا ہوں کہ بس یہی جی چاہتا ہے کہ انسان کھاتے چلا جائے۔ ایک دفعہ اس نے اپنے آقا کے لئے کھانا جو پکایا تو وہ اسے سخت بدمزہ معلوم ہؤا اور اس نے باورچی کو کمرہ کے اندر بلا کر خوب چپتیں لگائیں۔ باورچی نے سمجھا کہ اب میں باہر نکلوں گا تو میری بڑی ذلت ہو گی اس لئے کوئی ایسا طریق سوچنا چاہیئے جس سے لوگوں کا ذہن کسی اور طرف منتقل ہو جائے چنانچہ وہ باہر نکلا اور اس نے بڑے زور سے قہقہے لگانے شروع کر دیئے ساتھ ہی وہ ہاتھ پر ہاتھ مارتا چلا جائے۔ لوگوں نے پوچھا کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا کہ آج تو کھانا اتنا لذیذ تھا کہ صاحب ہاتھ پر ہاتھ مارتا تھا اور کہتا تھا اتنا مزیدار کھانا مَیں نے آج تک کبھی نہیں کھایا۔ گویا انگریز نے تو اسے چپتیں لگائیں اور اس نے یہ فسانہ بنالیا کہ انگریز ہاتھ پر ہاتھ مارتا تھا اور کہتا تھا آج خوب کھانا پکایا۔

یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ یہ بھی جب یہاں سے نکلے تو انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ ہم سے تو بیعتِ ارشاد لی گئی تھی جو پیر اپنے مرید سے اس وقت لیتا ہے جب وہ اعلیٰ درجہ کی منازل روحانی طے کر لیتا ہے اور یہ بیعت ہمیں نصیب ہوئی میاں کو نصیب نہیں ہوئی۔ حالانکہ اول تو یہ بات ہی غلط ہے اور ہر شخص جو واقعات کو جانتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ بیعتِ ارشاد تھی یا نہیں لیکن اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ یہ بیعتِ ارشاد تھی تو پھر یہ بیعتِ ارشاد تو شیخ یعقوب علی صاحب سے بھی لی گئی تھی ان پر یہ لوگ کیوں ٹوٹے پڑتے تھے؟ بہر حال جب جلسہ ختم ہؤا اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے مگر یہ لوگ جو حضرت خلیفۂ اول کی دوبارہ بیعت کر چکے تھے اپنے دلوں میں اور زیادہ منصوبے سوچنے لگے اور انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا

کہ ہماری اس قدر ہتک کی گئی ہے کہ اب ہم قادیان میں نہیں ٹھہر سکتے۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم اس وقت ان لوگوں سے خاص تعلق رکھتے تھے اور مولوی محمد علی صاحب کو وہ جماعت کا ایک بہت بڑا استون سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ مَیں حضرت خلیفہ اول کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ڈاکٹر صاحب اس طرح گھبرائے ہوئے آئے کہ گویا آسمان ٹوٹ پڑا ہے اور آتے ہی سخت گھبراہٹ کی حالت میں حضرت خلیفۂ اول سے کہا کہ بڑی خطرناک بات ہو گئی ہے۔ آپ جلدی کوئی فکر کریں۔ حضرت خلیفہ اول نے فرمایا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا مولوی محمد علی صاحب کہہ رہے ہیں کہ میری یہاں سخت ہتک ہوئی ہے اور میں اب قادیان میں نہیں رہ سکتا۔ آپ جلدی سے کسی طرح ان کو منوالیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ قادیان سے چلے جائیں۔ حضرت خلیفۂ اول نے فرمایا ڈاکٹر صاحب میری طرف سے مولوی محمد علی صاحب کو جا کر کہہ دیں کہ اگر انہوں نے کل جانا ہے تو آج ہی قادیان سے تشریف لے جائیں۔ ڈاکٹر صاحب جو سمجھتے تھے کہ مولوی محمد علی صاحب کے جانے سے نہ معلوم کیا ہو جائے گا۔ آسمان ہل جائے گا یا زمین لرز جائے گی۔ انہوں نے جب یہ جواب سنا تو ان کے ہوش اڑ گئے اور انہوں نے کہا میرے نزدیک تو پھر بڑا فتنہ ہو گا۔ حضرت خلیفۂ اول نے فرمایا ڈاکٹر صاحب میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا اگر فتنہ ہو گا تو میرے لئے ہو گا آپ کیوں گھبراتے ہیں۔ آپ انہیں کہہ دیں کہ وہ قادیان سے جانا چاہتے ہیں تو کل کی بجائے آج ہی چلے جائیں۔ غرض اسی طرح یہ فتنہ بڑھتا چلا گیا اور جب انہوں نے دیکھا کہ اس طرح ہماری دال نہیں گلتی تو انہوں نے غیروں میں تبلیغ کرنی شروع کر دی اور سمجھا کہ عزت اور شہرت کے حاصل کرنے کا یہ ذریعہ زیادہ بہتر ہو گا۔ اس تبلیغ کے سلسلہ میں کہیں انہوں نے نبوت کے مسائل میں ایسا رنگ اختیار کرنا شروع کر دیا جس سے غیر احمدی خوش ہو جائیں، کہیں کفر و اسلام کے مسئلہ میں انہوں نے مداہنت سے کام لینا شروع کر دیا۔ چنانچہ یہ نبوت اور کفر و اسلام وغیرہ مسائل 1910ء کے شروع میں پیدا ہوئے ہیں بلکہ ان مسائل نے اصل زور 1910ء و 1911ء میں پکڑا ہے۔ اس سے پہلے 1908ء اور 1909ء میں صرف خلافت کا جھگڑا تھا۔ کفر و اسلام اور نبوت وغیرہ کے مسائل کے باعث اختلاف نہیں تھے۔ اس وقت ان لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ

ایک شخص کو خلیفہ مان کر اور اس کی اطاعت کا اقرار کر کے ہم سے غلطی ہوئی ہے اب کسی طرح اس غلطی کو مٹانا چاہیئے تا جماعت دوبارہ اس کا ارتکاب نہ کرے۔ اس مسئلہ کے متعلق ایک سوال ہے جو ہماری جماعت کے دوستوں کو یاد رکھنا چاہیئے اور ہمیشہ ان لوگوں کے سامنے پیش کرتے رہنا چاہئے اور وہ یہ کہ یہی لوگ جو آج کہتے ہیں کہ الوصیت سے خلافت کا کہیں ثبوت نہیں ملتا ان لوگوں نے اپنے دستخطوں سے ایک اعلان شائع کیا ہؤا ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفۂ اول کی بیعت کے وقت انہوں نے کیا۔ اس اعلان میں ان لوگوں نے صاف طور پر لکھا ہؤا ہے کہ:۔

> "مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدقِ دل سے متفق ہیں کہ اول المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نورالدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اتقٰی ہیں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اسوۂ حسنہ قرار فرما چکے ہیں جیسا کہ آپ کے شعر
>
> چہ خوش بودے اگر ہر یک زِ امت نور دیں بودے
> ہمیں بودے اگر ہر یک پُر از نورِ یقیں بودے
>
> سے ظاہر ہے ،کے ہاتھ پر احمد کے نام پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آئندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا۔"

پس جماعت کے دوستوں کو ان لوگوں سے یہ سوال کرنا چاہیئے اور پوچھنا چاہیئے کہ تم ہمیں "الوصیت" کا وہ حکم دکھاؤ جس کے مطابق تم نے حضرت خلیفہ اول کی بیعت کی تھی اس کے جواب میں یا تو وہ کہیں گے کہ ہم نے جھوٹ بولا اور یا کہیں گے کہ الوصیت میں ایسا حکم موجود ہے اور یہ دونوں صورتیں ان کے لئے کھلی شکست ہیں۔ یعنی یا تو وہ یہ کہیں گے کہ

ایسا حکم الوصیت میں موجود ہے ایسی صورت میں ہم ان سے کہہ سکتے ہیں کہ جب الوصیت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نظام خلافت کی تائید کی ہے تو تم اس نظام کے کیوں مخالف ہو اور یا پھر یہ کہیں گے کہ ہم نے اس وقت گھبرا کر اور دشمنوں کے حملہ سے ڈر کر حضرت خلیفۂ اول کی بیعت کر لی تھی۔ ہمیں معلوم تو یہی تھا کہ صدر انجمن خلیفہ ہے اور ہمیں یقین اسی بات کا تھا کہ خدا تعالیٰ کے مامور کی مقرر کردہ جانشین انجمن ہی ہے مگر ہم نے سمجھا دشمن اس وقت زور میں ہے اور وہ احمدیت پر تیر چلا رہا ہے بہتر یہی ہے کہ ان تیروں کے آگے حضرت مولوی صاحب کو کھڑا کر دیا جائے چنانچہ وہ کھڑے ہو گئے اور جب ہم نے دیکھا کہ امن قائم ہو گیا ہے تو ہم اپنا حصہ لینے کے لئے آ گئے جیسے قرآن کریم میں بعض لوگوں کے متعلق آتا ہے کہ جب انہیں جہاد میں شامل ہونے کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ بھاگ جاتے ہیں لیکن جب مسلمانوں کو فتح ہو جاتی ہے اور وہ مال غنیمت لے کر میدان جنگ سے واپس لوٹتے ہیں تو وہ بھی دوڑ کر ان کے ساتھ آ ملتے ہیں اور کہتے ہیں ہم بھی تمہارے ساتھی ہیں۔ ہمیں بھی مال غنیمت میں سے حصہ ملنا چاہئے۔ بہر حال کوئی صورت ہو تو ہر حال میں ان کو شکست ہی شکست ہے۔ اگر الوصیت میں خلافت کے متعلق کوئی حکم پایا جاتا ہے اور جیسا کہ ان لوگوں نے اپنے دستخطوں سے اعلان کیا کہ پایا جاتا ہے تو پھر اس حکم سے ان کا انحراف ان پر حجت قائم کرنے کے لئے کافی ہے اور اگر کوئی حکم نہ پائے جانے کے باوجود انہوں نے حضرت خلیفہ اول کو آگے کر دیا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ جب حملے کا وقت تھا اس وقت تو یہ پیچھے بیٹھے رہے مگر جب حملے کا وقت گزر گیا اور امن قائم ہو گیا تو اس وقت یہ لوگ یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ ہمیں بھی مال غنیمت میں سے حصہ ملنا چاہیئے حالانکہ اللہ تعالیٰ اسی کو عزت دیتا ہے جو قربانیوں کے میدان میں بھی آگے سے آگے قدم بڑھاتا ہے مگر ان لوگوں نے قربانیوں میں تو کوئی حصہ نہ لیا اور خدا تعالیٰ کی دی ہوئی عزت کے حصے بخرے کرنے میں مشغول ہو گئے۔ یہ سوال ہے جو بار بار ان لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہیئے اور ان سے پوچھنا چاہیئے کہ وہ بتائیں الوصیت میں وہ کون سے الفاظ ہیں جن کے مطابق حضرت خلیفۂ اول کو خلیفہ منتخب کر کے ان کی بیعت کی گئی تھی اور جس کے ماتحت حضرت خلیفۂ اول کی اطاعت ویسی ہی ضروری تھی جیسے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت ضروری تھی کیونکہ اس اعلان میں یہ بھی درج ہے کہ حضرت مولوی صاحب کا فرمان ہمارے لئے آئندہ ایسا ہی ہو گا جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہوا کرتا تھا۔ پس ان سے پوچھنا چاہیئے کہ "الوصیت" کے ہمیں وہ الفاظ دکھلائیں اور پھر ان سے یہ پوچھنا چاہیئے کہ اب ہمیں "الوصیت" سے وہ دوسرے احکام دکھاؤ جن میں یہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت خلیفہ اول کے بعد پہلا حکم منسوخ ہو جائے گا۔

دوسری بات جو اِن کے سامنے پیش کرنی چاہیئے اور جس کے متعلق ان کا دعویٰ بھی سب سے زیادہ ہے وہ قرآن شریف کا ترجمہ ہے اور ان لوگوں کو ہمارے مقابلہ میں سب سے زیادہ اگر کسی بات کا دعویٰ ہے تو وہ یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے قرآن شریف کا ترجمہ کیا ہے حالانکہ قرآن کا یہ ترجمہ انجمن کے روپیہ اور ان تنخواہوں کو وصول کر کے کیا گیا ہے جو سلسلہ کی طرف سے مولوی محمد علی صاحب کو دی جاتی تھی پھر سلسلہ کی طرف سے مولوی محمد علی صاحب کو صرف تنخواہ ہی نہیں ملتی تھی بلکہ پہاڑ پر جانے کے اخراجات بھی انہیں ملتے تھے اور پھر تنخواہ اور پہاڑ پر جانے کے اخراجات ہی مولوی محمد علی صاحب کو نہیں دیئے جاتے تھے بلکہ ہزاروں روپیہ کی کتب بھی سلسلہ کی طرف سے ان کو منگا کر دی گئیں تاکہ وہ ان کی مدد سے ترجمہ تیار کر سکیں اور جیسا کہ اس وقت کے اخبارات سے معلوم ہوتا ہے ترجمہ اور قرآن کریم کے نوٹس قریباً مکمل ہو چکے تھے کیونکہ اس کی اشاعت کے لئے چندہ کی تحریک شروع کر دی گئی تھی۔ پس قریباً تمام کا تمام ترجمہ اور تفسیر وہی ہے جو صدر انجمن احمدیہ سے کئی سال تک تنخواہیں وصول کرنے اور ہزاروں روپیہ کتب پر صَرف کرانے کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے کیا۔ بعد میں سوائے اس کے کہ انہوں نے کچھ پالش کر دی ہو اور کچھ نہیں کیا۔ ترجمہ اور تفسیر کا کام در حقیقت حضرت خلیفہ اول کی زندگی میں ہی ختم ہو چکا تھا۔ بعد میں صرف چند مہینے انہوں نے کام کیا ہے۔ شاید دو یا چار مہینے ورنہ اصل کام جس قدر تھا وہ اس سے پہلے ختم ہو چکا تھا اور چار سال تک مولوی محمد علی صاحب کو اس کے عوض صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے تنخواہ ملتی رہی تھی پس یہ ترجمہ صدر انجمن احمدیہ کا تھا اور صدر انجمن احمدیہ ہی اس کی مالک تھی مگر اب یہ ترجمہ مولوی محمد علی صاحب کی ذاتی ملکیت بن چکا ہے اور اس کی آمد میں سے

نہ صرف ان کو حصہ ملتا ہے بلکہ شاید انہوں نے اپنے بیوی بچوں کے حق میں بھی اس کی وصیت کر دی ہے۔ پس سوال یہ ہے کہ سلسلہ کے ایک مال پر تصرف کرنے کا مولوی محمد علی صاحب کو کہاں سے حق حاصل ہو گیا؟ اور یہ کہاں کا تقویٰ ہے کہ ایک ترجمہ وہ صدر انجمن احمدیہ سے سالہا سال تک تنخواہ وصول کر کے کریں اور پھر وہ ان کی ذاتی ملکیت بن جائے۔ وہ ہم پر ہزاروں قسم کے اعتراضات کرتے ہیں وہ ہماری مخفی زندگی کے عیوب بھی تلاش کر کر کے لوگوں کے سامنے رکھتے ہیں مگر ہم کہتے ہیں جو بات ہم پیش کر رہے ہیں وہ تو بالکل کھلی اور واضح ہے وہ کسی مخفی زندگی کے متعلق نہیں بلکہ ایک ایسی بات ہے جو رجسٹروں میں آ چکی ہے، جو پبلک کے سامنے پیش ہو چکی ہے۔ پس وہ بتائیں کہ سلسلہ احمدیہ نے ترجمۂ قرآن پر اپنا جو روپیہ خرچ کیا تھا اس کے متعلق مولوی محمد علی صاحب کو یہ کہاں سے حق حاصل تھا کہ وہ اس کو اپنی ذاتی جائداد تصوّر کر لیتے؟ بعض پیغامی اس کا یہ جواب دیا کرتے ہیں کہ اس روپیہ میں جو مولوی محمد علی صاحب کو بطور تنخواہ ملا کرتا تھا ہمارا چندہ بھی شامل تھا اور اس وجہ سے ہم نے علیحدگی پر ضروری سمجھا کہ اپنے چندہ کے معاوضہ کے طور پر ترجمۂ قرآن کو بھی ساتھ لیتے آئیں کیونکہ جو روپیہ اس پر خرچ ہؤا اس میں ہمارا بھی حصہ تھا حالانکہ اول تو اصولاً یہ بات ہی غلط ہے کہ جس کے ہاتھ کوئی چیز لگے وہ اس بہانہ کی آڑ لے کر اسے ہتھیا لے کہ چونکہ میں بھی چندہ دیا کرتا تھا اس لئے میرے لئے جائز ہے کہ میں یہ چیز اپنے گھر لے جاؤں لیکن اگر یہ اصول درست ہے تو کیا وہ پسند کریں گے کہ جو لوگ ان میں سے نکل کر ہمارے ساتھ شامل ہو گئے ہیں اور جو اس زمانہ میں جبکہ وہ ان کے ساتھ شامل تھے انہیں سینکڑوں روپے بطور چندہ دیتے رہے ہیں وہ اب ان کی انجمن کی چیزیں اٹھا کر لے آئیں اور دلیل یہ دیں کہ چونکہ ہم غیر مبائعین کو ایک زمانہ میں کافی چندہ دیتے رہے ہیں اور ان چیزوں پر ہمارا چندہ بھی خرچ ہؤا ہے اس لئے ہمیں حق حاصل ہے کہ ان میں سے ہمیں جو چیز پسند آئے وہ اٹھا لے جائیں۔ مثلاً لاہور میں ہی پندرہ بیس احمدی غیر مبائعین میں سے نکل کر ہمارے ساتھ شامل ہوئے ہیں۔ میں نے ایک پچھلے خطبہ میں ہی ان میں سے بعض کے نام بھی لئے تھے جیسے ملک غلام محمد صاحب ہیں۔ اسی طرح ملک غلام محمد صاحب کے تین جوان لڑکے ان کے ساتھ شامل رہے ہیں۔ پھر ڈاکٹر غلام حیدر صاحب بھی

انہی لوگوں میں سے نکل کر ہمارے ساتھ شامل ہوئے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو غیر مبائعین کو کافی چندہ دیتے رہے ہیں۔ پس کیا یہ جائز ہوگا کہ یہ لوگ غیر مبائعین کی انجمن کے دفتر میں سے چیزیں اٹھا کر لے آئیں۔ اگر وہ اسے جائز تسلیم نہیں کریں گے تو ان کی یہ دلیل کیونکر معقول سمجھی جاسکتی ہے کہ چونکہ اس ترجمۂ قرآن میں ہمارے چندہ کا روپیہ بھی شامل تھا اس لئے اگر ترجمہ ہم اپنے ساتھ لے آئے تو کیا برا ہؤا۔

مجھے یاد ہے مولوی محمد علی صاحب جس وقت ترجمۂ قرآن اور کئی ہزاروں روپیہ کا سامان کتب وغیرہ کی شکل میں ساتھ لے کر قادیان سے گئے تو اس وقت قاضی امیر حسین صاحب مرحوم تو اس قدر جوش کی حالت میں تھے کہ وہ بار بار پنجابی میں کہتے تھے "نیک بختو ایہہ سلسلہ دا مال لَے چلیا ہے مَیں سچ کہنداں ہاں اس نے پھر مُڑ کے نہیں آناں"۔ اور مَیں انہیں جواب دیتا تھا کہ قاضی صاحب اگر یہ لے جاتے ہیں تو لے جانے دیں آپ کو اس موقع پر صبر سے کام لینا چاہیئے اور انہیں یہ ترجمہ اور سامان وغیرہ اپنے ساتھ لے جانے سے نہیں روکنا چاہیئے کیونکہ اگر ہم نے کہا کہ ترجمہ اور کتابیں وغیرہ اپنے ساتھ نہ لے جائیں تو یہ ساری دنیا میں شور مچاتے پھریں گے کہ انہوں نے قرآن کریم کے ترجمہ میں روک ڈالی۔ پس کتابوں اور ترجمہ وغیرہ کا کیا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں یہ چیزیں پھر دے دے گا لیکن اس وقت اگر ہم نے ان کو روکا تو یہ سارے جہاں میں ہمیں یہ کہہ کر بدنام کرتے رہیں گے کہ انہوں نے قرآن کے ترجمہ میں روک ڈالی۔

پھر میں نے انہیں وہ مثال دی جو حضرت خلیفۂ اول سنایا کرتے تھے کہ ایک بیوہ عورت تھی مگر تھی بڑی محنتی۔ ہمیشہ چرخہ کاتتی اور چرخہ کات کات کر گزارہ کرتی۔ ایک دفعہ اس نے کئی سال تک محنت مزدوری کرنے اور تھوڑا تھوڑا روپیہ پیسہ جمع کرنے کے بعد سونے کے کنگن بنوائے اور اپنے ہاتھوں میں پہن لئے۔ کچھ دنوں کے بعد اس کے مکان میں رات کے وقت کوئی چور آگیا اور اس نے اس عورت کو مار پیٹ کر اور ڈرا دھمکا کر اس کے کنگن اتار لیے اور چھین کر چلا گیا۔ وہ کنگن چونکہ اس عورت نے کئی سال کی محنت مزدوری کے بعد پیسہ پیسہ جمع کر کے بنوائے تھے اس لئے وہ چور اسے بھولتا نہیں تھا اور ہر وقت آنکھوں کے سامنے

اس کی شکل پھرتی رہتی تھی۔ اس کے بعد پانچ سات سال کا عرصہ اور گذر گیا اور اس عورت نے پھر تھوڑا بہت جمع کر کر کے سونے کے کنگن بنوا لئے۔ ایک دن وہ اسی طرح چرخہ کات رہی تھی کہ اس نے پھر اسی چور کو کہیں پاس سے گذرتے دیکھا اس نے ایک لنگوٹی باندھی ہوئی تھی اور کسی کام کے لئے جا رہا تھا۔ عورت نے جونہی اسے دیکھا آواز دے کر اسے کہنے لگی بھائی ذرا بات سن جانا۔ اس نے خیال کیا کہ کہیں یہ مجھے پولیس کے سپرد نہ کرا دے اس لئے اس نے تیز تیز قدم اٹھا کر وہاں سے غائب ہو جانا چاہا۔ اس پر اس عورت نے پھر اسے آواز دی اور کہا بھائی میں کسی سے نہیں کہتی تم میری ایک بات سن جاؤ۔ چنانچہ وہ شخص آ گیا عورت اپنا ہاتھ نکال کر اسے کہنے لگی دیکھ لو ان ہاتھوں میں تو پھر سونے کے کنگن پڑ گئے ہیں اور تمہارے جسم پر کنگن چرا کر بھی لنگوٹی کی لنگوٹی ہی رہی۔

تو مَیں نے کہا قاضی صاحب آپ گھبرائیں نہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے اور بہت کچھ دے گا لیکن آپ سمجھ لیں کہ ہم کتنے خطرناک الزام کے نیچے آ سکتے ہیں۔ اگر ہم انہیں یہ سامان لے جانے سے روک دیں کل کو لوگوں میں یہ کہتے پھریں گے کہ صرف دو مہینے کے لئے ترجمہ قرآن کرنے کی خاطر مَیں یہ کتابیں اور سامان اپنے ساتھ لے چلا تھا مگر ان لوگوں نے دو مہینہ کے لئے بھی یہ چیزیں نہ دیں اور اس طرح ترجمۂ قرآن میں انہوں نے روک ڈالی۔ پس اگر ہم یہ سامان لے جانے سے انہیں روکیں گے تو ساری عمر کے لئے ہماری پیشانی پر داغ لگ جائے گا۔ اور اگر مولوی صاحب ان چیزوں کو واپس نہیں کریں گے تو وہ الزام کے نیچے آ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں اور سامان دے دے گا۔ تو قاضی صاحب کو اس موقع پر بڑا طیش آیا مگر میں نے انہیں سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا لیکن بات ان کی ٹھیک نکلی کہ وہ کئی ہزار روپیہ کا سامان ترجمۂ قرآن کے نام سے اپنے ساتھ لے گئے۔ پس اگر یہ اصول درست ہے کہ چونکہ چندہ میں ان کا بھی حصہ تھا اس لئے انہیں اس بات کا حق حاصل تھا کہ وہ ترجمہ قرآن اور دوسرا سامان اپنے ساتھ لے جاتے تو پھر وہ اس بات کی ہمیں بھی اجازت دے دیں تا ہماری جماعت کے وہ دوست جو ان میں سے نکل کر ہمارے ساتھ شامل ہوئے ہیں اور جو انہیں ایک لمبے عرصہ تک چندے دیتے رہے ہیں وہ ان کی انجمن کی چیزیں اٹھا اٹھا کر

لے آئیں۔ چونکہ ان چیزوں کی تیاری میں ان کے چندہ کا بھی دخل ہے اور اگر وہ اس بات کی اجازت نہیں دیں گے تو دنیا جان لے گی کہ انہوں نے جو جواب دیا ہے وہ غلط ہے اور انہیں اس بات کا قطعاً کوئی حق حاصل نہیں تھا کہ وہ انجمن کی کسی چیز کو اس طرح لے جاتے اور اگر وہ اس بات کو جائز سمجھتے ہیں تو اس کا اعلان کر دیں۔ میں ان لوگوں کی ایک لسٹ پیش کر دوں گا جو ان میں سے نکل کر ہمارے ساتھ شامل ہوئے اور کافی رقوم انہیں چندے میں دیتے رہے ہیں۔ میں ان تمام کو ایک وفد کی صورت میں ان کے پاس بھیجنے کے لئے تیار ہوں۔ وہ اپنی انجمن کے دروازے ان کے لئے کھول دیں تاکہ وہ جس چیز کو اپنے لئے ضروری سمجھیں اٹھالیں کیونکہ ان کے چندہ میں وہ بھی حصہ دار رہ چکے ہیں لیکن اگر وہ اس بات کے لئے تیار نہیں تو پھر ان کا یہ کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے کہ چونکہ ہمارے چندے بھی قادیان میں آتے تھے اس لئے ہم اپنے چندہ کے عوض ترجمہ قرآن اور دوسرا سامان لے آئے۔

پھر مَیں کہتا ہوں ایک منٹ کے لئے اگر اس بات کو فرض بھی کر لیا جائے کہ اس وجہ سے سلسلہ کا ایک مال اپنے قبضہ میں کر لینا ان کے لئے جائز تھا تو سوال یہ ہے کہ یہ مال تو سلسلہ کا تھا مولوی محمد علی صاحب کو اس بات کی کس نے اجازت دی کہ وہ اس مال کو اپنی ذاتی جائیداد قرار دے لیں۔ مان لیا کہ وہ ترجمۂ قرآن اور کتب وغیرہ اس چندہ کے بدلہ میں لے گئے جو شیخ رحمت اللہ صاحب دیا کرتے تھے، مان لیا کہ وہ ترجمہ قرآن اور کتب وغیرہ اس چندہ کے بدلہ میں لے گئے جو ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب دیا کرتے تھے مان لیا کہ وہ ترجمہ قرآن اور کتب وغیرہ اس چندہ کے بدلہ میں لے گئے جو ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب دیا کرتے تھے۔ ہم نے ان تمام باتوں کو تسلیم کر لیا مگر سوال یہ ہے کہ دنیا کا وہ کون سا قانون ہے جس کے مطابق قوم کے چندہ اور قوم کے روپیہ سے تیار ہونے والی چیز مولوی محمد علی صاحب کی ذاتی ملکیت بن جائے۔

یہ تو ویسی ہی بات ہے جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سنایا کرتے تھے کہ ایک شخص باغ سے انگور کا ٹوکرا اٹھا کر گھر کو لئے جا رہا تھا کہ باغ کے مالک کی اس پر نظر پڑ گئی اور اس نے پوچھا کہ تم میرے باغ سے انگور توڑ کر اور ٹوکرے میں بھر کر کس کی اجازت سے

اپنے گھر لئے جا رہے ہو؟ وہ کہنے لگا پہلے میری بات سن لیجئے اور اگر کوئی الزام مجھ پر عائد ہو سکتا ہو تو بے شک مجھ پر عائد کیجئے۔ مالک آدمی تھا شریف اس نے کہا بہت اچھا پہلے اپنی بات سناؤ؟ وہ کہنے لگا بات یہ ہے کہ میں راستہ پر چلا جا رہا تھا کہ ایک بگولا آیا اور اس نے اڑا کر مجھے آپ کے باغ میں لا ڈالا۔ اب بتایئے اس میں میرا کوئی قصور ہے؟ مالک بہت رحم دل تھا اس نے کہا اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں بلکہ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ وہ کہنے لگا آگے سُنئیے اتفاق ایسا ہؤا کہ جہاں میں گرا وہاں جا بجا انگوروں کی بیلیں لگی ہوئی تھیں۔ ایسے وقت میں آپ جانتے ہیں کہ انسان اپنی جان بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارا کرتا ہے مَیں نے بھی ہاتھ پاؤں مارے اور انگوروں نے گرنا شروع کر دیا۔ بتایئے اس میں میرا کوئی قصور ہے؟ وہ کہنے لگا قصور کیسا اگر تمہاری جان بچانے کے لئے میرا سارا باغ بھی اجڑ جاتا تو مجھے اس کی کوئی پرواہ نہ ہوتی۔ پھر وہ کہنے لگا کہ جب انگور گرنے لگے تو نیچے ایک ٹوکرا پڑا تھا انگور ایک ایک کر کے اس ٹوکرے میں اکٹھے ہو گئے۔ فرمایئے اس میں میرا کیا قصور ہے؟ مالک نے کہا یہ تم عجیب بات کہتے ہو میں نے مانا کہ بگولا تمہیں اڑا کر میرے باغ میں لے گیا، میں نے مانا کہ تم ایسی جگہ گرے جہاں انگور کی بیلیں تھیں، میں نے مانا کہ تم نے اپنی جان بچانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارے تو انگور گرنے لگے، میں نے مانا کہ اس وقت وہاں کوئی ٹوکرا پڑا تھا جس میں انگور اکٹھے ہوتے چلے گئے مگر تمہیں یہ کس نے کہا تھا کہ ٹوکرا سر پر اٹھا کر اپنے گھر کی طرف لے جاؤ۔ وہ کہنے لگا بس یہی بات میں بھی سوچتا آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا۔

تو مَیں نے مان لیا کہ یہ لوگ چندے دیا کرتے تھے، مَیں نے مان لیا کہ ان چندوں کی وجہ سے ان لوگوں کو اس بات کا حق حاصل تھا کہ انجمن کی ایک چیز کو غاصبانہ طور پر اپنے ساتھ لے جائیں مگر مولوی محمد علی صاحب کے ہاتھ میں وہ ترجمہ دے کر انہیں یہ کس نے کہا تھا کہ وہ اسے اپنے گھر لے جائیں؟ اگر ترجمۂ قرآن کی تمام آمد انجمن اشاعت اسلام لاہور کے کاموں پر خرچ ہوتی اور مولوی محمد علی صاحب کو اس سے ایک حبّہ بھی نہ ملتا تو کہا جا سکتا تھا کہ یہ انجمن کی چیز تھی اور انجمن کے پاس ہی رہی مگر وہ ترجمہ قرآن جس کے حقوق ملکیت یا تو ہمیں حاصل تھے یا بطریق تنزل انجمن اشاعت اسلام لاہور کو۔ اس کے حقوق مولوی محمد علی صاحب کو کیونکر

مل گئے اور ان کے لئے یہ کیونکر جائز ہو گیا کہ وہ اس کی آمد کو اپنے آپ پر اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کریں؟ یہ سوال ہے جو غیر مبائعین کے سامنے پیش کرنا چاہیئے کہ دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے تم اپنے گھر کا تو جائزہ لو اور بتاؤ کہ مولوی محمد علی صاحب کو کس طرح یہ حق حاصل تھا کہ وہ ترجمہ قرآن اٹھا کر اپنے گھر لے جاتے اور پھر ساتھ ہی ان سے یہ بھی پوچھ لو کہ آیا ہمیں بھی اس بات کی اجازت حاصل ہے کہ جو لوگ ہماری جماعت میں تم میں سے نکل کر شامل ہوئے ہیں اور تمہیں سینکڑوں روپے بطور چندہ دیتے رہے ہیں وہ تمہارا مال اٹھا لیں اور کیا تم اس پر بُرا تو نہیں مناؤ گے؟ اور کیا اسی قانون کے مطابق انہیں غیر مبائعین کی چیزیں ہتھیا لینے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

اسی طرح ان کے جو نئے دوست مصری صاحب پیدا ہوئے ہیں ان کے متعلق بھی جماعت کو بعض ضروری باتیں یاد رکھنی چاہئیں۔ مصری صاحب اب دراصل انہی کی پارٹی میں ہیں گو ظاہر وہ یہ کرتے ہیں کہ ان کا غیر مبائعین کے عقائد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ پیغامی لوگ بھی ان کی باتیں اپنے اخبارات کے ذریعہ خوب پھیلاتے رہتے ہیں۔ ان کے متعلق "فاروق" میں ایک مضمون شائع ہؤا ہے جو بہت ہی لطیف ہے۔ سید احمد علی صاحب مولوی فاضل اس مضمون کے لکھنے والے ہیں۔ اس میں انہوں نے دو حوالے ایسے جمع کر دیئے ہیں جو بہت ہی کارآمد ہیں اور جماعت کے دوستوں کو چاہیئے کہ وہ ان حوالوں کو یاد رکھیں۔ ان میں سے ایک حوالہ میں انہوں نے غیر مبائعین کو غلطی پر قرار دیا ہے اور دوسرے حوالہ میں انہوں نے ہمیں غلطی پر قرار دیا ہے۔ اب جبکہ مصری صاحب کے نزدیک ہم بھی غلطی پر ہوئے اور غیر مبائعین بھی غلطی پر ہوئے تو سوال یہ ہے کہ پھر سچائی پر کون قائم ہے اور وہ کون سی جماعت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحیح تعلیم کی حامل ہے؟ اس صورت میں تو گویا نہ ہماری جماعت اس تعلیم پر قائم ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی اور نہ غیر مبائعین اس تعلیم پر قائم ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دی۔ صرف مصری صاحب اور ان کے بیٹے ہی باقی رہ جاتے ہیں اور غالباً ان کے نزدیک وہی ہیں جو سچائی پر قائم ہیں۔

پس یہ سوال بھی نہایت اہم ہے اور اس قابل ہے کہ ان سے دریافت کیا جائے کہ آخر وہ کون سی جماعت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قائم کر گئے تھے اور جو آپ کے بتائے ہوئے صحیح راستہ پر چل رہی ہے۔ جب ایک طرف وہ ہمیں غلطی پر قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف غیر مبائعین کو غلطی پر قرار دے چکے ہیں تو وہ کون سی جماعت رہ گئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت ہے اور جس کے متعلق وہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ سچائی پر قائم ہے۔ یا تو وہ یہ کہیں کہ اب دلائل سے انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ غیر مبائعین ہی حق پر ہیں اور نبوت وغیرہ مسائل کے متعلق جو عقائد وہ پہلے رکھتے تھے وہ درست نہیں تھے اس صورت میں بے شک وہ سوال قائم نہیں رہے گا جو موجودہ حالت میں ان پر عائد ہو سکتا ہے لیکن اس صورت میں مومنوں کی طرح دلیری سے کام لیتے ہوئے انہیں کہہ دینا چاہیئے کہ پہلے مَیں غلطی پر تھا اب مجھے پتہ لگ گیا کہ غیر مبائعین ہی حق پر ہیں۔ ہمارے متعلق تو وہ بار بار کہتے ہیں کہ مَیں مومنانہ جرأت کی وجہ سے ان باتوں کو چھپا نہیں سکتا جو میرے علم میں آئیں پھر کیوں یہی مومنانہ جرأت غیر مبائعین کے متعلق ان سے ظاہر نہیں ہوتی؟ پس اگر وہ سمجھتے ہیں کہ غیر مبائعین کے عقائد درست ہیں اور وہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحیح تعلیم کے حامل ہیں تو وہ جرأت سے کام لیتے ہوئے ایسا اعلان کر دیں مگر جب تک وہ ایسا اعلان نہیں کرتے یہ سوال بدستور قائم رہے گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ کون سی جماعت ہے جو صحیح رنگ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منشاء کو پورا کر رہی ہے؟ کوئی اس بات کو اچھا کہے یا بُرا یہ ایک حقیقت ہے اور اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ پیغامی کچھ نہ کچھ کام کر رہے ہیں۔ بعض علاقوں میں انہوں نے اپنے مبلغ بھی بھیجے ہوئے ہیں لٹریچر اور کتابیں بھی شائع کرتے رہتے ہیں اور تبلیغ اسلام کے لئے بھی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں ہم ہیں ہم پر بھی کوئی لاکھ اعتراض کرے ہمارے کام کو اچھا کہے یا بُرا یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم بھی کچھ نہ کچھ کام کر رہے ہیں۔ ہم نے اپنے مبلغ دنیا کے مختلف ممالک میں بھجوائے ہوئے ہیں۔ کوئی چین میں تبلیغ کر رہا ہے، کوئی جاپان میں تبلیغ کر رہا ہے، کوئی یورپ میں تبلیغ کر رہا ہے، کوئی امریکہ میں تبلیغ کر رہا ہے۔ اسی طرح ہم اپنا لٹریچر اور کتابیں شائع کرتے رہتے

ہیں۔ یہ کام اچھا ہے یا بُرا اس سے قطع نظر دیکھنے والی بات یہ ہے کہ اس وقت دو جماعتیں ہیں اور دونوں اپنی اپنی جگہ کام کر رہی ہیں مگر یہ دونوں مصری صاحب کے نزدیک غلط راہ پر ہیں۔ چنانچہ غیر مبائعین کے متعلق وہ آج سے اٹھارہ سال قبل کہہ چکے ہیں کہ وہ خوارج کے گروہ کی طرح ہیں اور ہمارے متعلق انہوں نے اب کہا ہے کہ یہ بھی خوارج کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ پس جب دونوں جماعتیں ہی صحیح راستہ سے منحرف ہیں تو اب سوال یہ ہے کہ پھر دنیا میں صرف ایک ہی جماعت رہ گئی جو صداقت پر قائم ہے اور وہ مصری صاحب اور ان کے بیٹے ہیں۔ پس ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ انہوں نے اسلام کی اشاعت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کو پھیلانے کے لئے کیا کیا۔ مصری صاحب جب سے علیحدہ ہوئے ہیں ان کا سارا زور ہمارے خلاف صَرف ہو رہا ہے۔ نہ وہ آریوں کے خلاف لکھتے ہیں، نہ وہ عیسائیوں کے خلاف لکھتے ہیں، نہ وہ ہندوؤں کے خلاف لکھتے ہیں، نہ وہ پیغامیوں کے خلاف لکھتے ہیں۔ گویا آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ) کوئی نام لیوا دنیا میں باقی نہیں اور جو مصریوں کی شکل میں باقی ہیں وہ بھی اسلام کی خدمت کا کوئی کام سرانجام نہیں دے رہے۔ مصری صاحب کہہ سکتے ہیں کہ میرا یہ بھی کام ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایک مومن کو اپنی نگاہ ہر طرف رکھنی چاہیئے۔ پس اگر انہیں ہم میں نقائص دکھائی دیتے ہیں تو وہ بے شک ہم پر اعتراض کریں کیونکہ میرے نزدیک اگر ہم انہیں یہ کہیں کہ ہم پر اعتراض نہ کرو، احرار پر کرو یا ہم پر اعتراض نہ کرو عیسائیوں پر کرو یا ہم پر اعتراض نہ کرو آریوں پر کرو۔ تو یہ کسی صورت میں درست نہیں ہو گا۔ مومن کا کام ہے کہ وہ ہر طرف توجہ رکھے۔ پس ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ ہم پر اعتراض نہ کریں بلکہ اگر وہ ہمیں غلطی پر سمجھتے ہیں تو یقیناً ان کا حق ہے کہ وہ ہمارے خلاف جدوجہد کریں لیکن ایک سوال ہے جس کو وہ کبھی حل نہیں کر سکتے کہ کیا یہ فتنہ جو مصری صاحب کے نزدیک بڑا فتنہ ہے یہ تو اس بات کا حق رکھتا ہے کہ مصری صاحب اپنی تمام کوششیں اس کو مٹانے کے لئے وقف کر دیں مگر وہ فتنے جنہیں خدا اور اس کے رسول نے بڑا قرار دیا ہے ان کو مٹانے کے لئے مصری صاحب کے لئے کسی قسم کی جدوجہد کرنا جائز نہیں۔ کیا مصری صاحب کو کبھی آریوں کے خلاف کچھ لکھنے کی بھی توفیق ملی یا عیسائیوں کے

خلاف بھی انہوں نے کچھ لکھا یا احرار کے متعلق ہی کبھی انہوں نے دو چار مضمون لکھے؟ انہوں نے کبھی آریوں کے خلاف کچھ نہیں لکھا، انہوں نے کبھی عیسائیوں اور احرار وغیرہ کے خلاف کچھ نہیں لکھا کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے ان کے خلاف لکھا تو ان کی جتھہ بندی ٹوٹ جائے گی اور وہ مدد جو انہیں احرار اور پیغامیوں سے مل رہی ہے وہ جاتی رہے گی مگر کیا خدا اور رسول کا یہ حق نہیں کہ جن فتنوں کو انہوں نے بڑا فتنہ قرار دیا ہے انہیں بڑا سمجھا جائے اور کیا یہ مصری صاحب کو ہی حق حاصل ہے کہ جس فتنہ کو وہ بڑا سمجھیں وہ بڑا بن جائے؟

قرآن کریم نے دجالی فتنہ کو بہت بڑا فتنہ قرار دیا ہے حتیٰ کہ قرآن کریم میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ قریب ہے اس فتنہ سے آسمان پھٹ جائے، زمین تہہ و بالا ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔4 رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے دجالی فتنہ سے بڑا فتنہ کوئی نہیں ہوا۔ 5 حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آریوں کے فتنہ کو بہت بڑا فتنہ قرار دیا ہے لیکن وہ کبھی آریوں کے خلاف نہیں لکھتے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر میں نے آریوں کے خلاف کچھ لکھا قادیان کے آریوں سے جو مدد مل رہی ہے وہ بند ہو جائے گی۔ اسی طرح وہ کبھی عیسائیوں، ہندوؤں اور دوسرے مذاہب کے خلاف نہیں لکھتے اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام جس غرض کے لئے دنیا میں مبعوث فرمائے گئے تھے وہ آج کہیں پوری نہیں ہو رہی کیونکہ مصری صاحب کے نزدیک ہم بھی گمراہ اور مصری صاحب کے نزدیک غیر مبائعین بھی گمراہ اور پھر خود مصری صاحب بھی گمراہ کیونکہ ان کی توجہ اس کام کی طرف ہے ہی نہیں جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے گئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مصری صاحب کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی وفات کے بعد جو کچھ چھوڑا وہ گمراہی ہی گمراہی تھی جو قادیان میں بھی ظاہر ہوئی، جو لاہور میں بھی ظاہر ہوئی اور جو مصری صاحب کے گھر میں بھی ظاہر ہوئی۔

کیا کوئی بھی معقول انسان تسلیم کر سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا وہ مسیح جس کی نوحؑ نے خبر دی، خدا تعالیٰ کا وہ مسیحؑ جس کی ابراہیمؑ نے خبر دی، خدا تعالیٰ کا وہ مسیحؑ جس کی موسیٰؑ نے خبر دی خدا تعالیٰ کا وہ مسیحؑ جس کی عیسیٰؑ نے خبر دی، خدا تعالیٰ کا وہ مسیحؑ جس کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

خبر دی، جس کی یاد میں ہزاروں نہیں لاکھوں ائمہ دین اور صلحاء و اولیاء دعائیں کرتے ہوئے اس جہان سے گذر گئے۔ وہ اس جہان میں آیا اور چلا گیا اور سوائے گمراہی اور ضلالت کے دنیا میں کچھ چھوڑ نہیں گیا۔ پس یا تو غیر مبائعین مصری صاحب سے یہ اعلان کروا دیں کہ انہوں نے پیغامیوں کے متعلق جو کچھ لکھا تھا وہ صحیح نہیں تھا اور یہ کہ اب انہیں غور کرنے کے بعد معلوم ہؤا ہے کہ پیغامی ہی حق پر ہیں۔ اس صورت میں بے شک ان کا پہلو مضبوط ہو سکتا ہے اور وہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس جماعت کو سچائی پر قائم کیا اور جو صحیح معنوں میں آپؑ کی جماعت کہلا سکتی ہے وہ غیر مبائعین کی ہے لیکن جب تک وہ یہ اعلان نہیں کرتے کہ پیغامی حق پر ہیں اس وقت تک گویا ان کے نزدیک اس وقت روئے زمین پر کوئی جماعت بھی ایسی نہیں جو صداقت اور راستی پر قائم ہو کیونکہ غیر مبائعین کی گمراہی کے متعلق ان کا پہلا عقیدہ اب تک قائم ہے اور ہماری گمراہی کے متعلق ان کے موجودہ اعلانات موجود ہیں اور ان کی اپنی گمراہی اس طرح ظاہر ہے کہ وہ اپنا سارا زور اس فتنہ کے مٹانے کے لئے صَرف کر رہے ہیں جو اُن کے نزدیک بڑا ہے مگر جنہیں خدا اور اس کے رسول نے بڑا فتنہ قرار دیا ہے ان کے استیصال اور اسلام کی اشاعت کی طرف ان کی کوئی توجہ نہیں۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اس غرض کے لئے مبعوث نہیں فرمایا تھا کہ آپ کے ذریعہ پہلے ایک جماعت قائم کرے اور پھر آپ کی وفات کے ساتھ ہی اس میں بگاڑ پیدا کر دے اور کچھ عرصہ کے بعد اس کی اصلاح کے لئے کسی کو کھڑا کر دے۔ کیا دنیا میں کوئی شخص ایسا بھی ہؤا کرتا ہے جو مکان بنائے اور پھر توڑ ڈالے اور توڑنے کے بعد پھر اسے بنانا شروع کر دے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض صرف یہ تھی کہ آپؑ دنیا کی اصلاح کریں اور یہی کام ہے جو آپ کی جماعت کے سپرد ہے۔ پس جب ہم بھی گمراہ ہیں، جب غیر مبائعین بھی گمراہ ہیں اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحیح تعلیم پر صرف مصری صاحب اور ان کے بیٹے ہی قائم ہیں تو کیا ان کا فرض نہیں تھا کہ وہ اس تین سالہ عرصہ میں عیسائیوں کے خلاف لکھتے، آریوں کے خلاف لکھتے، مذاہب باطلہ کا ردّ کرتے اور اسلام کی

شوکت اور عظمت ان پر ظاہر کرتے۔ مگر کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ اس تین سال کے عرصہ میں انہوں نے کیا اصلاح کی اور کتنے آریوں اور عیسائیوں پر اتمام حجت کی یا کیا وہ اب اس بات کے لئے تیار ہیں کہ آریوں اور احرار وغیرہ کے خلاف لکھیں گے؟ یقیناً وہ کبھی ایسا نہیں کریں گے کیونکہ ان کے اس فتنہ کی بنیاد ہی آریوں اور احرار کی مدد پر ہے اور وہ جانتے ہیں کہ وہ انہی کی مدد پر جی رہے ہیں۔ اگر وہ ان کے خلاف لکھیں تو ان کا خدا ہی مر جائے۔ پس ان کے خلاف لکھنے کی وہ کبھی جرأت نہیں کر سکتے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آج دنیا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی لائی ہوئی تعلیم کے ماتحت کوئی جماعت بھی کام نہیں کر رہی۔ ہم نہیں کر رہے کیونکہ مصری صاحب کے نزدیک ہم گمراہ ہیں، غیر مبائعین نہیں کر رہے کیونکہ مصری صاحب کے نزدیک وہ بھی گمراہ ہیں اور میں بتا چکا ہوں کہ خود مصری صاحب بھی یہ کام نہیں کر رہے۔ پس وہ بھی گمراہ ہوئے اور جب تمام کے تمام لوگ گمراہی پر قائم ہیں تو سوال یہ ہے کہ وہ جماعت کون سی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم کی تھی اور جسے آپ کی بتائی ہوئی تعلیم کے ماتحت دنیا میں کام کرنا چاہیئے تھا؟

غرض یہ وہ باتیں ہیں جو جماعت کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنی چاہئیں اور وقتاً فوقتاً ان لوگوں کے سامنے انہیں پیش کرتے رہنا چاہیئے۔ پھر اس امر کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ مخالف کے سوالات کا جواب دینے سے پہلے دلائل پر پوری طرح غور کر لیا جائے اور سوچ کر اور سمجھ کر اور فکر سے کام لے کر سوالات کا جواب دیا جائے۔ بعض دفعہ غور سے کام نہیں لیا جاتا اور یونہی جواب دے دیا جاتا ہے یہ درست طریق نہیں۔ مثلاً آجکل ذریّتِ مبشرہ کے متعلق بحث ہو رہی ہے میرے نزدیک سب سے پہلی چیز یہ تھی کہ لُغت کے لحاظ سے اس پر بحث کی جاتی۔ اگر ہماری جماعت کے دوست لغت کے لحاظ سے اس پر بحث کرتے تو اس بحث کا خاتمہ ہی ہو جاتا۔ اسی طرح بعض اور سوالات کا جواب دیتے وقت بھی میرے نزدیک پرانے لٹریچر کو نہیں پڑھا گیا۔ اسی طرح ایک اور بحث بھی ہے مگر میں اس کا نام نہیں لینا چاہتا تا کہ مخالف ہوشیار نہ ہو جائے مگر اس کے متعلق بھی ایسے رنگ میں بحث کی جا سکتی تھی کہ مخالف اپنے مُنہ سے آپ ہی مجرم بن جاتا ہے۔

پھر یہ بات بھی یاد رکھو کہ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ظاہر گناہ ہوتے ہیں اور ایک مخفی گناہ۔ جو گناہ کسی کے باطن سے تعلق رکھتے ہیں ان کے متعلق شریعت نے ہمیں یہ ہدایت دی ہے کہ ہم ان کے بارہ میں جستجو نہ کیا کریں لیکن جو ظاہر گناہ ہوتے وہ چونکہ ہر ایک کو دکھائی دیتے ہیں اس لئے ان کے بارہ میں تجسس کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اب دیکھو کیا یہ عجیب بات نہیں کہ یہ نئی پارٹی جو ہمارے خلاف نکلی ہے۔ اسی طرح جو پیغامی ہمارے خلاف مضامین لکھتے رہے ہیں ان میں سے اکثر ڈاڑھی منڈے ہوتے ہیں۔ اب بتاؤ کیا اللہ اور اس کے رسول کی حمایت کا جوش انہی لوگوں میں زیادہ ہؤا کرتا ہے جو شریعت کی اس طرح کھلے طور پر ہتک کرنے والے ہوں۔ وہ اصلاح کا دعویٰ کرتے ہوئے اٹھے ہیں مگر ان کے اپنے بیٹے اور رشتہ دار اور دوسرے قریبی سب ڈاڑھیاں منڈواتے ہیں۔ وہ ہمارے خلاف جب لکھنے پر اترتے ہیں تو وہ ہمارے ان گناہوں کے متعلق بھی لکھ جاتے ہیں جو مخفی ہوتے ہیں اور جن کے متعلق شریعت انہیں یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ ان کا ذکر کریں مگر کیا انہوں نے اپنا مُنہ کبھی شیشہ میں نہیں دیکھا اور کیا مصلح ایسے ہی ہؤا کرتے ہیں؟ ممکن ہے وہ کہہ دیں کہ ہم نے کبھی شیشہ استعمال نہیں کیا مگر خدا نے ان کو آنکھیں تو دی ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں کہ ان کے اپنے بیٹوں اور بھتیجوں اور دوسرے رشتہ داروں کی کیا صورت ہے اور کیا ایسی صورتیں ہی لوگوں کی اصلاح کیا کرتی ہیں؟

پھر ان لوگوں کے اخلاق کی حالت یہ ہے کہ میں ابھی سندھ میں ہی تھا کہ وہاں مجھے ایک رسالہ ملا جس میں لکھنے والے نے یہ ذکر کیا تھا کہ میں نے ایک دفعہ رجسٹرڈ خط آپ کو بھجوایا تھا جس میں فلاں بات میں نے بیان کی تھی مگر اس کا کوئی مجھے جواب نہیں ملا حقیقت یہ ہے کہ وہ خط دفتر نے میرے سامنے پیش ہی نہیں کیا تھا کیونکہ جیسا کہ انہوں نے مجھے بتایا انہوں نے اس کے پیش کرنے کی ضرورت نہ سمجھی اور دفتر متعلقہ میں بھجوا دیا۔ بہر حال وہ رسالہ شیخ غلام محمد صاحب کا تھا جو انہی پیغامیوں میں سے الگ ہو کر آجکل مصلح موعود ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ میں ان دنوں چونکہ کسی قدر فارغ تھا اس لئے میں نے اس رسالہ کو کھولا اور اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ اس رسالہ میں لکھا ہوا تھا کہ ایک پیغامی ڈاکٹر یہ بیان کرتا ہے کہ میں

مرزا محمود احمد صاحب سے قادیان ملنے گیا تو مجھے معلوم ہؤا کہ انہوں نے شراب پی ہوئی ہے۔ جب انہیں پتہ لگا کہ میں ان سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تو وہ ڈرے کہ نشہ چڑھا ہؤا ہے ایسا نہ ہو کہ اسے پتہ لگ جائے۔ چنانچہ انہوں نے ملاقات میں دو تین گھنٹے دیر لگا دی اور کہہ دیا کہ میں ابھی نہیں مل سکتا۔ دو تین گھنٹے کے انتظار کے بعد انہوں نے مجھے بلوایا اور میں نے جاتے ہی فوراً پہچان لیا کہ انہوں نے شراب پی ہوئی تھی کیونکہ ان کے مُنہ سے شراب کی بُو آرہی تھی مگر انہوں نے اس بات کو چھپانے کے لئے عطر مَل رکھا تھا۔ شیخ غلام محمد صاحب نے اس رسالہ میں یہ بھی لکھا تھا کہ میں نے اس مضمون کا رجسٹری خط امام جماعت احمدیہ کو بھجوایا تھا مگر مجھے اس کا کوئی جواب نہیں ملا۔ اب میں انہیں اس رسالہ کے ذریعہ توجہ دلاتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ پیغامیوں کے حلقہ میں آپ کے متعلق یہ بات زور سے پھیلی ہوئی ہے۔ میں نے پرائیویٹ سیکرٹری کو ہدایت دی کہ آپ اس پیغامی ڈاکٹر کو ایک رجسٹرڈ خط لکھیں جس میں ان سے دریافت کریں کہ یہ بات جو شائع ہوئی ہے کہاں تک درست ہے۔ ہمارا یہ حق نہیں کہ ہم خود بخود یہ فیصلہ کرلیں کہ آپ نے واقع میں یہ کہا ہوگا لیکن چونکہ یہ بات شائع ہو چکی ہے اس لئے آپ ہمیں بتائیں کہ یہ بات صحیح ہے یا غلط۔ میری غرض یہ تھی کہ اگر انہوں نے جواب دیا تو اصل بات خود ان کی زبان سے معلوم ہو جائے گی اور اگر جواب نہ دیا تو یہ اس بات کا ثبوت ہوگا کہ انہوں نے واقع میں یہ بات کہی ہے۔ ایک مہینہ گذرنے کے بعد میں نے پرائیویٹ سیکرٹری صاحب سے دریافت کیا کہ کیا ان کا کوئی جواب آیا تو انہوں نے بتایا کہ کوئی جواب نہیں آیا۔ اس سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں کی اخلاقی حالت کس قدر گری ہوئی ہے۔

حالانکہ واقعہ صرف یہ تھا کہ شیخ محمد نصیب صاحب کو اپنے ہمراہ لے کر وہ میری ملاقات کے لئے آئے۔ پرائیویٹ سکرٹری نے کہا کہ آجکل ملاقاتیں تو بند ہیں مگر چونکہ آپ خاص طور پر ملاقات کے لئے ہی آئے ہیں اس لئے میں اطلاع کرا دیتا ہوں۔ انہوں نے مجھے اطلاع کی اس وقت میری بیوی ایک خادمہ کے ساتھ مل کر کمروں کی صفائی کر رہی تھی اور گردو غبار اڑ رہا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر برآمدہ میں بھی ہم بیٹھے تو مٹی اور گرد کی وجہ سے انہیں تکلیف ہوگی اس لئے بہتر یہی ہے کہ پہلے کمروں کی صفائی کرلی جائے۔ چنانچہ میں نے

انہیں کہا کہ کمروں کی صفائی ہو رہی ہے اور اس وقت گرد وغبار اڑ رہا ہے صفائی ہو لے تو میں ان کو بلوالوں گا۔ انہیں پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے جا کر یہ بات کہی تو وہ کہنے لگے کہ اچھا اس دوران میں ہم مقبرہ بہشتی وغیرہ دیکھ آتے ہیں۔ چنانچہ وہ چلے گئے اور میں نے ساتھ مل کر جلدی جلدی مکان کو صاف کیا اور پھر گھنٹی بجائی۔ پرائیویٹ سیکرٹری آئے تو میں نے انہیں کہا کہ اب انہیں ملاقات کے لئے لے آیئے۔ وہ کہنے لگے ابھی تو وہ آئے نہیں جب آئیں گے تو میں اطلاع کر دوں گا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ آگئے اور میں نے انہیں ملاقات کے لئے بلا لیا اور گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک ان سے باتیں کرتا رہا۔ مگر باوجود اس کے کہ میں نے ان سے ان دنوں میں ملاقات کی جبکہ سب دوستوں سے ملاقاتیں بند ہیں اور باوجود اس کے کہ میں نے ان کے لئے اپنے وقت میں سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ قربان کیا اور باوجود اس کے کہ میں نے انہی کی خاطر جلدی جلدی مکان کو صاف کرایا اور خود بھی اس صفائی میں شریک ہو گیا اور گرد وغبار میں مَیں نے انہیں اس لئے نہ بلایا کہ انہیں تکلیف ہو گی انہوں نے اس احسان کا بدلہ یہ دیا کہ چونکہ ملاقات کرنے میں انہوں نے دیر لگائی تھی اس لئے معلوم ہؤا کہ انہوں نے شراب پی ہوئی تھی۔ اگر یہ اصول درست ہے تو اس کے بعد ہمارا بھی حق ہو گا کہ مولوی محمد علی صاحب سے اگر کوئی مبائع ملنے کے لئے جائے اور وہ نہ ملیں یا ملنے میں دیر لگا دیں تو ہم کہہ دیں کہ مولوی محمد علی صاحب نے شراب پی ہوئی تھی اس لئے انہوں نے دیر لگا دی۔ اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر کہ آپ عطر ملا کرتے تھے اور عطر کے متعلق آپ نے فرمایا ہے کہ وہ مجھے بہت ہی محبوب ہے عمل کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ عطر لگانے والے نے شراب پی ہوئی ہے تو پھر ہمارا بھی حق ہو گا کہ ہم مولوی محمد علی صاحب کو جب عطر لگائے ہوئے دیکھیں کہہ دیں کہ انہوں نے شراب پی ہوئی تھی جس کی بُو کو دور کرنے کے لئے انہوں نے عطر لگا لیا۔ حالانکہ عطر وہ چیز ہے جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے دنیا میں جو چیزیں محبوب ہیں ان میں ایک عطر بھی ہے 6

مجھے بھی عطر بڑا محبوب ہے اور میں ہمیشہ کثرت کے ساتھ عطر لگایا کرتا ہوں۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ میں بخاری ہاتھ میں لئے حضرت خلیفہ اول سے پڑھنے کے لئے جا رہا تھا کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا کہاں جارہے ہو؟ میں نے عرض کیا حضرت مولوی صاحب سے بخاری پڑھنے جارہا ہوں۔ فرمانے لگے مولوی صاحب کو میری طرف سے کہنا کہ ایک حدیث میں یہ ذکر بھی آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ جمعہ کے دن نئے کپڑے بدلتے اور عطر لگایا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول اپنی سادگی میں بعض دفعہ بغیر کپڑے بدلے جمعہ کے لئے تشریف لے آیا کرتے تھے۔ میں نے جاکر اسی رنگ میں ذکر کر دیا۔ حضرت مولوی صاحب یہ سن کر ہنس پڑے اور فرمانے لگے حدیث تو ہے مگر یونہی کچھ غفلت ہو جاتی ہے۔ تو عطر لگانا رسول کریم ﷺ کی سنت ہے مگر ان کے نزدیک جو شخص عطر مَلتا ہے وہ اس بات کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ گویا اس نے شراب پی ہوئی تھی جس کی بُو کو زائل کرنے کے لئے اس نے عطر لگالیا۔ ایسے لوگوں کو ملاقات کا موقع دینا میرے نزدیک ظلم ہے کیونکہ عقلمند لوگ کہا کرتے ہیں کہ جو لوگ اہل نہ ہوں ان پر احسان بھی نہیں کرنا چاہیئے۔

پس یہ لوگ اس قسم کے اخلاق کے مالک ہیں کہ ان کے ساتھ شرافت اور خوش خُلقی کے ساتھ پیش آنا بھی اپنا نقصان آپ کرنا ہے۔ ذرا غور کرو کہ ملاقاتیں بند تھیں میں اپنی جماعت کے دوستوں سے بھی نہیں ملتا تھا، گھر میں صفائی ہو رہی تھی، گرد اڑ رہی تھی، سامان ادھر اُدھر بکھرا ہوا تھا اور مَیں محض اس لئے کہ ایک پیغامی دوست ملنے کے لئے آئے ہیں جلدی جلدی صفائی کروانے لگا خود بھی اس صفائی میں شریک ہؤا اور جب ان صاحب کو ملاقات کا موقع دیا تو وہ گھر جاکر کہنے لگ گئے کہ انہوں نے شراب پی ہوئی تھی تبھی ملنے میں دیر لگائی۔ یہ لوگ اگر دنیا کی اصلاح کرنے والے ہیں تو پھر اصلاح ہو چکی۔ مگر اس قسم کے صرف چند لوگ ہی ہیں مَیں نہیں سمجھتا کہ سارے غیر مبائعین ایسے ہی ہوں۔ آخر ان میں شریف اور نیک لوگ بھی ہیں تبھی بعض شریف الطبع لوگ ان سے علیحدہ ہو کر ہم میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔ پس اس قسم کی عداوت رکھنے والے لوگ بہت کم ہوتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال ہو تو بڑے بڑے معاندین کو بھی ہدایت نصیب ہو جاتی ہے۔

ابھی سیالکوٹ میں ایک دوست احمدیت میں داخل ہوئے ہیں۔ شیخ روشن الدین صاحب تنویر

ان کا نام ہے اور وکیل ہیں۔ جب مجھے ان کی بیعت کا خط آیا تو میں نے سمجھا کہ کالج کے فارغ التحصیل نوجوانوں میں سے کوئی نوجوان ہوں گے مگر اب جو وہ ملنے کے لئے آئے اور شوریٰ کے موقع پر میں نے انہیں دیکھا تو ان کی ڈاڑھی میں سفید بال تھے۔ میں نے چوہدری اسد اللہ خان صاحب سے ذکر کیا کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ نوجوان ہیں اور ابھی کالج میں سے نکلے ہیں مگر ان کی تو ڈاڑھی میں سفید بال آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ یہ تو دس بارہ سال کے وکیل ہیں پہلے احمدیت کے سخت مخالف ہؤا کرتے تھے مگر احمدی ہو کر تو اللہ تعالیٰ نے ان کی کایا ہی پلٹ دی ہے۔

اسی طرح قادیان کا ہی ایک واقعہ ہے جو حافظ روشن علی صاحب نے سنایا۔ وہ فرماتے تھے کہ مَیں ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے ایام میں مدرسہ احمدیہ کی طرف سے آرہا تھا کہ میں نے دیکھا ایک چھوٹی سی ٹولی جس میں چار پانچ آدمی ہیں مہمان خانہ کی طرف سے آرہی ہے اور دوسری طرف ایک بڑی ٹولی جس میں چالیس پچاس آدمی ہیں باہر کی طرف سے آرہی ہے۔ وہ دونوں جماعتیں ایک دوسرے کو دیکھ کر ٹھہر گئیں اور پھر انہوں نے آگے بڑھ کر آپس میں لپٹ کر رونا شروع کر دیا وہ کہتے کہ مجھ پر اس نظارے کا عجیب اثر ہؤا اور میں نے آگے بڑھ کر ان سے پوچھا کہ تم روتے کیوں ہو؟ اس پر وہ جو زیادہ تھے انہوں نے بتایا کہ بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو آپ کو تھوڑے نظر آرہے ہیں یہ ہمارے گاؤں میں سب سے پہلے احمدی ہوئے۔ ہم لوگوں کو ان کا احمدیت میں داخل ہونا اتنا بُرا معلوم ہؤا، اتنا بُرا معلوم ہؤا کہ ہم نے ان پر ظلم کرنے شروع کر دیئے اور یہاں تک ظلم کئے کہ یہ اپنی جائیدادیں اور مکان وغیرہ چھوڑ کر دور کسی اور شہر میں جا بسے۔ کچھ عرصہ کے بعد ہمیں بھی خدا تعالیٰ نے ہدایت دی اور ہم بھی احمدیت میں داخل ہو گئے لیکن نہ ہمیں ان کی خبر تھی کہ یہ کہاں ہیں اور نہ انہوں نے پھر ہمارے متعلق کوئی خبر حاصل کی۔ آج جلسہ سالانہ پر ہم آئے ہوئے تھے کہ اِدھر سے ہم آ نکلے اور اُدھر سے یہ آ نکلے اور ہم نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ ہمیں ان کو دیکھ کر وہ وقت یاد آگیا جب ہم ان پر ظلم و ستم کیا کرتے تھے اور جب خدا کی آواز پر لبیک کہنے کی وجہ سے ہم نے ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا اور انہیں بھی وہ زمانہ یاد آگیا جب ہم نے انہیں دکھ دیئے تھے

اور ہم دونوں بے تاب ہو کر رونے لگ گئے۔ تو بڑے بڑے دشمن ہدایت پا جاتے ہیں اور بڑے بڑے مخالف راہ راست پر آ جاتے ہیں۔ پس تم یہ مت سمجھو کہ چونکہ غیر مبائعین تمہارے دشمن ہیں اس لئے انہیں ہدایت نہیں مل سکتی۔ ہدایت خدا تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل جب نازل ہو تو تمام کدورتیں دل سے دُھل جاتی ہیں۔ ہاں بے شک انہوں نے جماعت میں تفرقہ پیدا کیا ہے اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کو انہوں نے اپنے اوپر ناراض کیا ہے مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کی بخشش وسیع ہے اور اس کی رحمتوں کا کوئی شمار نہیں۔ پس تم ناامید مت ہو اور تبلیغ میں لگے رہو اور صداقت ان کے سامنے متواتر پیش کرتے رہو تا ان میں سے جو سعید روحیں ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو کھینچ کر ہماری طرف لے آئے اور اس فتنہ کو جس کے متعلق یہ مقدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ اور کسی نہ کسی صورت میں ضرور قائم رہے گا جس حد تک کم ہو سکتا ہو کم کر دے تا ہدایت کو قبول کرنے کے راستہ میں جو روکیں حائل ہیں وہ زیادہ سے زیادہ دور ہو جائیں اور ہدایت کی تائید میں جو سامان ہیں وہ زیادہ سے زیادہ ترقی کر جائیں۔" (الفضل 20 اپریل 1940ء)

---

1 بدر 2 جون 1908ء صفحہ 6

2 آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد نمبر 5 صفحہ 586

3 بخاری کتاب المغازی باب قصة غزوة بدر

4 تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (مریم:91)

5 مسلم کتاب الفتن باب بقية من احاديث الدجال

6 مستدرک حاکم کتاب النکاح جلد 2 صفحہ 174 بیروت 1990ء